ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

12 شوال 1426ھ — دسمبر 2005ء

- دہشت گردی کی مہم کے خلاف عدم اعتماد کی عالمی تحریک
- روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا عملی ایجنڈا
- قادیانی استدلال پر ایک نظر
- مونگ میں قادیانی عبادت گاہ پر حملہ
- خودکش دہشت گردی کی وجہ بنیاد پرستی یا غیر ملکی تسلط

احرارِ جگردار

''یہ احرار رضا کار مجھے اپنے بچوں سے بھی زیادہ پیارے اور عزیز ہیں۔ نخلِ احرار کو سایہ دار بنانے کے لیے بیسیوں، سینکڑوں نوجوانوں نے اپنا خون دیا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، سینوں پر گولیاں کھائیں، تختۂ دار پر لٹک گئے، خود باطل سے ٹکرا گئے، دریاؤں میں کود گئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر احرار کا سرخ ہلالی پرچم لہرا گئے۔ وہ شیروں کی طرح جبر و تشدد کے طوفانوں اور سیلابوں میں دیو استبداد کے مقابلے میں سیدھا تیرتے رہے وہ بیڑیوں اور زنجیروں کی کھڑکھڑاہٹ اور جھنکار پر رقص کرتے رہے، انہیں کوئی مصیبت کوئی مشکل کوئی لالچ جماعت کے دامن سے الگ نہ کر سکا، انہوں نے بھوکا رہ کر جماعت کو زندہ رکھا، مصائب و آلام برداشت کیے اور جماعت کے اعلان پر بڑی سے بڑی جبروتی و قہرمانی طاقت سے ٹکرا گئے، ان کی سرخ وردی خونِ شہادت کی آئینہ دار ہے۔ میں ان لوگوں کو کیسے فراموش کر دوں، میں ان کا ساتھ کیسے چھوڑ دوں، میں ان ننگے بھوکوں سے کیسے منہ موڑ لوں، یہی تو میری متاعِ عزیز ہیں، یہی وہ ہیں جو کسی لالچ کے بغیر صرف جذبۂ ایمانی کے تحت میرا ساتھ دیتے رہے ہیں، آزادی کے طویل سفر میں اگر کسی سے میں نے خدا کے بعد اپنی امیدوں کو وابستہ کیا تو وہی عاشقانِ حق و صداقت تھے۔''

(امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

نورِ ہدایت

القرآن

''اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو (فواحش پر) مامور کر دیا تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے، پھر اس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا اور ہم نے اُسے ہلاک کر ڈالا، پھر اکھاڑ مارا ہم نے اُن کو اٹھا کر۔''

(بنی اسرائیل:١٦)

الحدیث

''اللہ تعالیٰ کسی خاص فرد کے فعل پر عام لوگوں کو گناہ میں مبتلا نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے سامنے کسی برائی کو ہوتا دیکھیں اور وہ اس کو برا کہنے پر قادر بھی ہوں اور پھر ایسا نہ کریں تو اللہ تعالیٰ سب خاص و عام کو عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔''

(رواہ احمد بسندِ حسن)

الآثار

''ایک طرف دعویٰ محبت اور دوسری طرف تنقید۔ یہ متضاد چیزیں یکجا نہیں ہو سکتیں جو انہیں جمع کرتا ہے، ہم اُسے احمق کہیں گے، دانش مند نہیں کہیں گے۔ محبوب کے معنیٰ یہ ہیں کہ اُن کی ساری ادائیں ہمیں پسند ہیں۔ جبھی تو ہم نے نبی کریم ﷺ اور اُن کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور صحابہ پر تنقید؟ یہ اخلاص نہیں، نفاق ہے۔

اخلاص کے معنیٰ یہ ہیں کہ نبی کا قول و فعل اور ہر ادا محبوب ہو۔ انبیاء کی محبت ایمان کی بنیاد ہے تو صحابہ کی محبت آثار ایمان میں سے ہے۔ صحابہ سے محبت نہیں تو ایمان میں خرابی اور نقص ہے۔ محبت میں تنقید نہیں چلا کرتی۔ نبی کریم ﷺ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو معیارِ حق قرار دیا ہے۔''

''حضراتِ صحابہؓ کا مقام'' (حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ)
(سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 16 شمارہ 12 شوال 1426ھ دسمبر 2005ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-6411

بیاد

سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

مجلسِ ادارت

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر

محمد الیاس میاں پوری

i4ilyas1@hotmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ـــــ 150 روپے

بیرون ملک ـــــ 1000 روپے

فی شمارہ ـــــ 15 روپے

ترسیل زر بنام نقیب ختم نبوت

اکاؤنٹ نمبر 5278-1

یو بی ایل چوک مہربان ملتان

تشکیل

دل کی بات	کشمیر میں نیٹو افواج اور پاکستان کا مستقبل	مدیر	04
افکار:	حکومتِ الٰہیہ اور مجلس احرار اسلام	پروفیسر خالد شبیر احمد	08
//	دہشت گردی کی مہم کے خلاف عدم اعتماد کی عالمی تحریک	سید محمد معاویہ بخاری	16
//	خودکش دہشت گردی کی وجہ بنیاد پرستی یا غیر ملکی تسلط؟	مسلم سجاد	19
//	روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا عملی ایجنڈا	مولانا زاہد الراشدی	27
//	ماں کا مرتبہ	شاہ بلیغ الدین	28
//	اسی بچوں کی اجتماعی قبر	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	29
//	مونگ میں قادیانی عبادت گاہ پر حملہ	صاحبزادہ طارق محمود	31
شاعری:	منقبت سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما	مختار احمد کاشف	37
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	عینک فریمی	38
ردِّ قادیانیت:	قادیانی استدلال پر ایک نظر	اختر راہی	38
//	مرزا قادیانی' ہائے اس ستم گر کو کیا کہوں؟	شیخ راحیل احمد	43
انتخاب:	اقتباسات مواعظ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	ابوسفیان تائب	51
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب (سید یونس الحسنی، ابوالادیب)		53
یادِ رفتگاں:	مولانا شمس الحق ملتانی رحمہ اللہ	محمد یٰسین شاد	57
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	58
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	63

ای میل ایڈریس

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوۃ ـ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

دل کی بات

کشمیر میں نیٹو افواج اور پاکستان کا مستقبل

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے ایک بیان میں کہا ہے کہ نیٹو افواج متاثرین زلزلہ کی امداد کے لیے نہیں بلکہ بین الاقوامی سازش کے تحت پاکستان میں طویل عرصہ قیام کا پروگرام لے کر آئی ہیں۔ غیر ملکی افواج کا آزاد کشمیر میں قیام پاکستان کی سلامتی وخود مختاری کے لیے سنگین خطرہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ:

''ملک پر فردِ واحد کی حکمرانی ہے۔ پارلیمنٹ بے اختیار، آئین پامال اور عدلیہ مجبور ومقہور ہے۔ شخصی حکمرانی نے وطن عزیز کے تمام قومی اداروں کو یرغمال بنا کر انہیں تباہ کر دیا ہے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ اگر قومی و سیاسی قیادت نے اس صورت حال کا تدارک نہ کیا تو وطن عزیز کو نا قابل تلافی نقصان پہنچے گا۔''

قائد احرار نے قوم کو بروقت خبردار کیا ہے۔ ذمہ دار سیاسی قیادت نے ملک کے خلاف ہونے والی اس بین الاقوامی سازش کا راستہ نہ روکا تو پاکستان کے سیاسی و جغرافیائی مستقبل کو شدید خطرہ ہے۔ نیٹو کی افواج نے متاثرین زلزلہ کی امداد بحالی اور تعمیر نو کے لیے صرف آزاد کشمیر میں ہی اپنے قیام کو کیوں ضروری سمجھا؟ جبکہ زلزلہ تو صوبہ سرحد میں بھی آیا اور بہت زیادہ جانی و مالی نقصان ہوا۔

ممتاز امریکی دانشور مسٹر کوہن نے اپنے ایک آرٹیکل میں اس سازش کو بے نقاب کیا ہے۔ جو ''نیویارک ٹائمز'' جولائی ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔ مسٹر کوہن نے لکھا:

''نیٹو مسئلہ کشمیر کے حل کا پروگرام تشکیل دے چکا ہے۔ جس کی تکمیل کے لیے ہندوستان کو مکمل اعتماد میں لیا گیا ہے۔ پاکستان کے شمالی علاقہ جات سمیت کشمیر کے پانچ ریجن بنائے جائیں گے۔ جنہیں ''یونائیٹڈ سٹیٹس آف کشمیر'' کا نام دیا جائے گا۔ نیٹو افواج آزاد کشمیر میں کنٹرول سنبھال لے گی۔ بھارت کو خطے میں کنٹرول کی ذمے داری سونپی جائے گی۔ پاکستان بے اختیار ہوگا۔ یہ منصوبہ ۲۰۰۶ء میں مکمل کر لیا جائے گا اور میر واعظ عمر فاروق کو ''یونائیٹڈ سٹیٹس آف کشمیر'' کا سربراہ بنایا جائے گا۔''

اخباری اطلاعات اور عملی صورت حال سے ان حقائق کی مکمل تائید ہو رہی ہے۔ تقسیم کشمیر کی سازش تو بین الاقوامی منصوبہ سازوں نے بہت پہلے سے تیار کر رکھی ہے لیکن ۸؍اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے نے اُن کا کام مزید آسان کر دیا۔ متاثرین کی مدد اور بحالی کا بہانہ بنا کر نیٹو افواج کشمیر میں داخل کر دیں۔ واضح رہے کہ یہ کام نیٹو کے مقاصد میں شامل نہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ انجینئرنگ کور اور میڈیکل کور کے فوجی آئے ہیں لیکن عجیب بات ہے اسلحہ بھی ساتھ لے کر آئے ہیں۔ متاثرین زلزلہ کی مدد سے اسلحہ کا کیا تعلق؟ خدشات یقین میں بدل رہے ہیں کہ دال میں کچھ نہیں بہت زیادہ کالا کالا ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں سید علی گیلانی سمیت تمام حریت پسند رہنماؤں کو نظر انداز کر کے میر واعظ کو سامنے لانا، میر واعظ کی طرف سے دورۂ بھارت کے دوران ''یونائیٹڈ سٹیس آف کشمیر'' کی تجویز دینا، پاکستان کے تمام کشمیری لیڈروں کو پس منظر میں پھینک کر صرف سردار عبدالقیوم خان کو بھارت بھیجنا اور سردار صاحب کی طرف سے میر واعظ کی تجویز کی حمایت کرنا اسی منصوبے کا حصہ ہے۔ سردار عبدالقیوم کبھی مجاہد اوّل تھے اور ''کشمیر بنے گا پاکستان'' اُن کا منشور تھا۔ وہ اب کیا ہیں اور اُن کا کیا منشور ہے؟ الم نشرح ہے۔

وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد فرماتے ہیں:

> ''صدر پرویز ۲۰۰۷ء میں عام انتخابات کے بعد وردی اتارنے کا فیصلہ کریں گے۔ ۲۰۰۷ء ملکی سیاست کا رخ متعین کرنے کے حوالے سے تاریخی سال ہوگا، مسئلہ کشمیر میرے مقبوضہ کشمیر جانے سے ہی حل ہوگا، اپوزیشن میں فارورڈ بلاک ۲۰۰۶ء میں بنے گا۔''

جنابِ شیخ کی گفتگو ''زبان میری ہے بات اُن کی'' کے مصداق ہے۔ ۲۷ر نومبر ۲۰۰۵ء کو مالٹا میں منعقد ہونے والے دولت مشترکہ کے تین روزہ سربراہی اجلاس کے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ:

> ''پاکستان میں وردی کا معاملہ ۲۰۰۷ء سے آگے نہیں جانا چاہیے۔ صدر اور آرمی چیف کے عہدے ایک ہی شخص کے پاس ہونا جمہوریت کے بنیادی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔''

وردی اتارنے کا فیصلہ بھی انہی قوتوں نے کرنا ہے جو وردی والا مسلط کرتی ہیں اور مسئلہ کشمیر بھی اپنی مرضی کے مطابق وہی حل کریں گے جنہوں نے یہ مسئلہ پیدا کیا تھا۔ جنابِ شیخ کیا حل کریں گے:

غیر ممکن ہے کہ حالات کی گتھی سلجھے
اہل مغرب نے بہت سوچ کے الجھائی ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ ۲۰۰۷ء پاکستان کے لیے نہایت اہم ہے۔ امریکہ کو بھی اب جلدی ہے۔ عراق میں غیر متوقع مزاحمت نے اُسے اپنی فوجیں واپس بلانے کے فیصلے پر مجبور کر دیا ہے۔ ایران پوری قوت کے ساتھ ڈٹا ہوا ہے۔ افغانستان میں اس کے قدم لڑکھڑا رہے ہیں۔ لے دے کے ایک ہمارا وطن عزیز رہ گیا ہے۔ جس سے امریکہ نے اپنا مستقبل وابستہ کر لیا ہے۔ وہ ''یونائیٹڈ سٹیٹس آف کشمیر'' کو بنیاد بنا کر اب چین سے آنکھیں چار کرنا چاہتا ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل کے لیے امریکہ، بھارت پارٹنر شپ طے ہو چکی ہے۔ بھارت پاکستان پر کشمیر سے فوجیں واپس بلانے کے لیے ہر قسم کا دباؤ ڈال رہا ہے، دراندازی کا الزام بھی دے رہا ہے۔ لیکن اپنی فوجیں کشمیر سے نکالنے سے انکاری ہے۔ حالات بڑی تیزی کے ساتھ غلط رخ پر جا رہے ہیں۔ پاک وطن کی نظریاتی سرحدیں تو روشن خیال حکمرانوں نے پہلے ہی مسمار کر دی ہیں۔ اب جغرافیائی سرحدوں کو بھی خطرہ ہے۔ اس وقت قومی اتفاق رائے کی ضرورت ہے۔ شخصی حکمرانی اور انفرادی فیصلے پہلے بھی نقصان دہ ثابت ہوئے اور آئندہ بھی تباہ کن ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ میرے پاک وطن کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

پروفیسر خالد شبیر احمد*

حکومتِ الٰہیہ اور مجلس احرار اسلام

پروفیسر رشید احمد صدیقی اپنی کتاب ''مسلمانوں کے سیاسی افکار'' میں تحریر کرتے ہیں:

''قرآن پاک کے سیاسی نظریات میں اہم ترین ''اقتدارِ اعلیٰ'' کا نظریہ ہے کہ اس کی رُو سے اقتدارِ اعلیٰ کسی انسان کے سپرد نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ ظلوم و جہول ہے۔ اتنی بڑی ذمہ داری کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ مقتدرِ اعلیٰ اُسی ذاتِ حقیقی کو قرار دیا گیا ہے جو نہ صرف خالقِ کائنات ہے بلکہ کائنات کی ربوبیت بھی اس کے لیے مسلّم ہے۔ یہی ذات عقائد و اعمال، تدبر و سیاست اور دستور و قانون کا سرچشمہ ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ کے لیے قرآن مجید نے جامع لفظ ''ملکوت'' استعمال کیا ہے۔ جس کے ذریعے واضح کیا گیا ہے کہ دنیا کی ہر ہر چیز اللہ کے زیرِ اقتدار ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت رتبے کے اعتبار سے صرف ارضی ہی نہیں بلکہ اس میں آسمان و زمین کی سب وسعتیں شامل ہیں: ''اللہ کے لیے مشرق و مغرب ہے''...... ''اللہ کے لیے آسمان و زمین کی بادشاہی ہے''

کہیں قرآن پاک میں ارشاد ہے: ''برکت والا ہے وہ جس کے لیے آسمان و زمین اور جو ان کے درمیان ہے اس کی بادشاہی ہے''

کہیں کہا جا رہا ہے: ''دنیا و آخرت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے''...... کہیں ارشاد ہوتا ہے: ''حق کی حکومت میں کوئی شریک نہیں''

غرضیکہ قرآن پاک میں جا بجا اسلام کے اس تصوّر حاکمیت کا ذکر موجود ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق قرآن میں (۲۲) بائیس آیات ایسی ہیں جن میں اللہ کی حاکمیت کا بیان موجود ہے۔

سورہ انعام میں ارشاد ہوتا ہے

: ''اور پھر کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور حاکم تلاش کروں حالانکہ اس نے اتاری ہے تم پر واضح کتاب''

سورہ یوسف میں ارشاد ہے: ''حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں اس کا فرمان ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو''

سورہ مائدہ میں ارشاد ہے: ''جو اللہ کے نازل کردہ، قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہی کافر ہے''

سورہ یوسف آیت نمبر ۴۰ میں ارشاد ہے: ''حکم صرف اسی کا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو

☆ سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

اور یہی صحیح دین ہے'' یہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ فرماں روائی کا مکمل اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستہ ہے۔ اور اللہ کی یہ حکمرانی صرف کائناتی نہیں ہے' بلکہ سیاسی اور قانونی بھی ہے۔ اخلاقی اور اقتصادی بھی۔ قرآن پاک اس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ تمام قسم کی حاکمیتیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں''۔

سورہ آل عمران میں کہا جارہا ہے:

''کیونکہ اللہ ملک کا مالک ہے وہ جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے۔''

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے: ''بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں۔''

سورہ اعراف میں ہے: ''خبردار خلق اسی کی ہے اور امر بھی۔''

مفکر اسلام مولانا محمد اسحٰق صدیقی ندویؒ لکھتے ہیں:

''مقتدر اعلیٰ (Souereign) نظامِ سیاست کا مرکزی حصہ ہوتا ہے۔ جس کے گرد پورا نظام گردش کرتا ہے اور اس کی نوعیت اس سوال کے جواب پر منحصر ہوتی ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کسے حاصل ہوتا ہے؟''

اس اعتبار سے اسلام کا نظام سیاسی دنیا کے ہر سیاسی نظام سے کلیۃً ممتاز ہے۔ اس میں اقتدارِ اعلیٰ اسی اعلیٰ ہستی کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا ہے۔ جو حقیقی مالک کائنات ہے۔ اس کا بنیادی اصول ہے کہ مقتدرِ اعلیٰ اور فرماں روائے حقیقی محض اللہ جلّ شانہٗ ہے اور اس کے علاوہ کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں۔ اللہ کی آخری کتاب مسئلہ کو بالکل صاف کر دیتی ہے۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. ''آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کے لیے ہے'' (الشوریٰ)

''یہ حق فرماں روائی مالک کائنات کے ساتھ مخصوص ہے اور جو خالقِ کائنات ہے وہی مالک کائنات ہے۔ اس کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہے اور وہ کسی کا پابند و مطیع نہیں۔ اس کا ہر حکم قانون ہے اور وہ ہر قانون سے بالاتر ہے۔'' (اسلام کا سیاسی نظام ص ۲۸)

درحقیقت حکم اللہ کے فرمان کو کہتے ہیں اور تمام ملت اسلامیہ اس بات پر متفق ہے کہ حکم دینے کا حق اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہیں۔ پس کوئی اسلامی تصوّر اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتا جب تک سب سے پہلے اللہ کی سیاسی اور قانونی حاکمیت کا اقرار نہ کرلیا جائے، ریاست اللہ تعالیٰ کی مطیع ہے۔ اس کو حاکم اعلیٰ تسلیم کرتی ہے۔ اور اس کے احکامات کو واجب العمل مانتی ہے۔

''حکومت الٰہیہ'' اس عقیدے پر قائم ہے کہ اسلامی حکومت اپنے اختیار او راقتدار اپنی سیاسی اور اقتصادی سرگرمیوں' اپنی معاشرتی تنظیم یا اجتماعی شیرازہ بندی میں عرشِ عظیم کے اس فرمانروا کی حکومت ہے جو اعلیٰ اور بالادست حکمران ہے، انسان جس کا بندہ ہے۔ اور انسانی نظام ایک الٰہی نظام ہے اور حکومت ایک الٰہی اور بلند پایہ حق ہے جو فقط اس کے لیے ہے جو ہمارا اللہ تعالیٰ ہے اور حکم ایسا فعلِ الٰہی ہے جو فقط اسی کو زیبا ہے جو سب کا خالق ہے اور جس کے لیے سب

برابر ہیں۔اس نے دنیا کو پیدا کیا اور دنیا کی طرح اس نے خود حکومت اور نظام حکومت کے لیے قانون بھی بنا دیئے ،حکومت انہی اصولوں اور قانون کو عمل میں لانے کا نام ہے۔حکم اس کے قانون کا محض نفاذ ہے۔اس کی ہستی اعلیٰ وارفع ہے جو حکومتِ الٰہیہ میں روح کی حیثیت رکھتی ہے۔

وہ بلند و برتر مبارک ومعزز، غالب و بالا دست غیر معمولی مگر واحد یگانہ ہستی ہے۔جو حکومتِ الٰہیہ کی تشکیل و ترتیب اور اس کی تمام تر جدو جہد میں نشانِ امتیاز کی حیثت رکھتی ہے۔وہی ایک حقیقی وحدت ہے۔جس کے نام پر قیامت تک کے لیے قومیں، ملتیں، ممالک، مملکتیں، طبقات اور جماعتیں اپنے جدا، علاقائی، ثقافتی، ملکوں کے علی الرغم ایک وحدت میں گم تو ہوسکتیں ہیں لیکن اس کے نام پر جدا جدا نہیں ہوسکتیں۔وہی ہے جو ہر لحاظ سے فرماں روائے اعظم کہلانے کا مستحق ہے وہ خود سب سے بڑا ہے۔اس کی کوئی مثال نہیں۔وہ ایسا برحق حکمران ہے جس کی ہر آن نرالی شان ہے۔جو سب پر غالب و بالا دست ہے جو انسان کی معاشی ضروریات کا واحد ذمہ دار ہے اور مضبوط ارادے والا ہے۔اقتدار کا واحد مالک ہے اور ہمیشہ رہنے والا واحد حکمران ہے۔

حکومتِ الٰہیہ اپنی سیاسی اور قانونی حیثیت میں دنیا کی تمام اقسامِ حکومت کے مقابلے میں ایک جداگانہ اور منفرد حیثیت کی مالک ہے۔وہ اپنی بالا دستی اور مخصوص تصوّرِ اقتدارِ اعلیٰ کے اعتبار سے نہ صرف عصر حاضر بلکہ قدیم سیاسی نظریات کی نسبت علیحدہ اور مستقل وجود رکھتی ہے۔حکومتِ الٰہیہ کے پردے میں ایک ایسا عقیدہ موجود ہے کہ زمین اللہ کی اور حکومت بھی اللہ کی ہے۔اللہ وہ الٰہ ہے جس کے سامنے تمام دنیا کے انسان خواہ وہ مغرب کے ہوں یا مشرق کے، خواہ وہ گورے ہوں یا کالے بلا امتیاز ملک و وطن اور بلا امتیاز رنگ و نسل اطاعت و فرماں برداری کے میدان میں اس کے سامنے برابر ہیں۔اللہ کے وجود کو ماننے کے لیے اللہ کی حکومت کو ماننا ضروری ہے۔تاکہ احساس رہے کہ ہم سب برابر ہیں۔اور ایک اللہ کی پوجا ہی نہیں کرتے بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں اسی کے بھیجے ہوئے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔اس بات سے یہ احساس بڑھتا ہے اور پروان چڑھتا ہے کہ ہم سب ایک ہی مخلوق ہونے کی نسبت سے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔تمام کے حقوق یکساں ہیں۔اور اگر سب انسان برابر ہیں تو پھر انسان کی انسان پر سیاسی، معاشی برتری کیوں؟ جب سب ایک اللہ کے احکامات کے پابند ہیں تو پھر سب کے حقوق یکساں کیوں نہ ہوں، جب سب انسان یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حکومت کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے تو اس کے حقِ حکومت میں شرکت کا دعویٰ کیوں؟ کیا اس کے حقِ حکومت میں شرکت ایک سرکشی اور طغیان نہیں؟

حکومتِ الٰہیہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر ایمان لانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ انسانی عقائد واعمال، انسانی رجحانات واحساسات انسانی افکار و کردار کے لیے ایک مرکزی حکومت قائم ہو جائے اور جب ایک مرکز انسان کو مہیا ہو جائے تو پھر وہ ایک ہی طرح سے سوچیں گے اور ایک ہی طرح سے عمل کریں گے۔جن سے ان کے کردار اور عمل میں بھی وہ

وحدت آجائے گی جو وحدت اسی ہستی کی وجۂ امتیاز ہے۔ انسان نے اللہ کے علاوہ اقتدار و اختیار کے جن مراکز کو تسلیم کیا ہے وہ نہ تو مستقل ہیں اور نہ ہی انسانی فکر میں وحدت کی خوبی پیدا کرنے کی اپنے اندر اہلیت رکھتے ہیں۔ ایسے مراکز کو مان کر انسانی بکھر کر رہ جاتا ہے اسی لیے تو انسان بکھر گیا ہے۔ بٹ گیا ہے۔ کبھی وطن کی صورت میں تو کبھی نسل کی صورت میں کبھی ذات پات کی شکل میں اور کبھی برادری کی صورت میں۔ ان تمام قسم کی تفریقوں سے نجات پانے کا ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے اور وہ ہے......حکومتِ الٰہیہ۔

تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ اسلامی تعلیمات کا بنیادی اصول عقیدۂ توحید ہے اور عقیدہ توحید اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اس فرماں روائے اعظم کو سیاسی و معاشی زندگی میں اسی طرح بالا دست تسلیم نہ کریں۔ جس طرح پوجا اور عبادت کے میدان میں وہ یکتا ہے۔ خلفائے راشدین کا دور اسی عقیدے کا حسین و جمیل پرتو ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں جہاں اور بہت سے امتیازات ہیں وہاں ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ صرف لا الٰہ الا اللہ کے ہی قائل نہیں تھے بلکہ اس کے ساتھ ان الحکم الا للہ کی عملی تفسیر بھی ہیں۔

مجلس احرار اسلام کا نصب العین اسی حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے۔ جس کے لیے وہ دن رات پورے ملک میں مختلف انداز اور طریقہ کار کے تحت کام کر رہی ہے۔ مجلس احرار اور حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے درمیان چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجلس احرار اسلام کی سیاست' سراسر دین اسلام کے تابع ہے اور اگر یہ بات کہی جائے کہ پورے ملک میں مجلس احرار اسلام ہی ایک واحد جماعت ہے جو دورِ حاضر کے اتار چڑھاؤ سے مرعوب ہوئے بغیر چٹان کی طرح اپنے اس مؤقف پر قائم ہے کہ اللہ کی دھرتی پر جب تک اللہ کا حکم نافذ نہیں کرو گے چین میسر نہیں آئے گا۔ حضرت امیر شریعتؒ کا قول آج بھی فضا میں گونجتا ہے اور ہمیں دعوتِ فکر دے رہا ہے آپ نے فرمایا:

''مخلوق میں جب تک خالق کا نظام نہیں چلایا جائے گا۔ دنیا میں امن نہیں ہوگا''

مجلس احرارِ اسلام ملک کی تمام دینی جماعتوں اور دینی قوتوں کو دعوتِ اتحاد دیتی ہے اور ان سے یہ التماس کرتی ہے کہ آؤ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے' مروجہ سیاست پر لعنت بھیجتے ہوئے قیام حکومتِ الٰہیہ میں مجلس احرار اسلام کی مدد اور اس کے ساتھ دلی تعاون کرو......اور جماعتِ احرار کو ہر لحاظ سے اتنا مضبوط و مستحکم کر دو کہ جماعتِ احرار کی یہ آواز بلند و بلیغ ہو جائے اور کفر و الحاد کی تمام آوازیں اس میں دب کر رہ جائیں۔ قیام حکومتِ الٰہیہ کی آواز کو شعلہ بنا دو کہ غیر اسلامی افکار و نظریات اس میں جل کر خاکستر ہو جائیں اور اس طرح دینِ اسلام کا یہ بنیادی تقاضہ جس کے لیے یہ ملک معرضِ وجود میں آیا تھا جلد از جلد ہمارے لبوں سے دل و دماغ کی گہرائیوں پر نقش ہو اور پھر مطلعِ زیست پر آفتابِ حکومتِ الٰہیہ چمکتا دمکتا نظر آئے:

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے بس وہی باقی بتانِ آذری

سید محمد معاویہ بخاری

دہشت گردی کی مہم کے خلاف عدم اعتماد کی عالمی تحریک

ہر ماہ اخبارات کا انبار جمع ہو جاتا ہے چنانچہ اہم خبروں کی نشاندھی کے بعد میری کوشش ہوتی ہے کہ ضروری اخبارات کی فائل بندی کر کے چھانٹی کر دی جائے۔ چندروز پہلے یہی کام کر رہا تھا۔اور مجھے امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کی تین تقریروں کے متن کی تلاش بھی تھی جس میں انہوں نے اپنی نئی پالیسی کا برملا اعلان کیا ہے۔اخبارات کی ترتیب کے دوران ہی بعض ایسی خبریں بھی نظر سے گزریں جن کی طرف پہلے توجہ نہیں ہوئی تھی۔گزشتہ ڈیڑھ ماہ کے دوران امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے کم وبیش تین بار خطاب کیا ہے اوران کے خطاب کے بنیادی نکات میں دہشت گردی کے خلاف جاری مہم میں امریکہ اوراس کے اتحادیوں کے نئے کے کردار کا تعین ،موجودہ حالات میں عراق میں امریکی واتحادی افواج کے قیام اورمشرق وسطیٰ اور خلیجی ممالک کے لیے مستقبل کی پالیسیوں کے اعلانات شامل تھے۔اسی عرصے کے دوران ایسی خبریں بھی ایک تواتر کے ساتھ شائع ہوتی رہیں جن میں امریکہ' برطانیہ اوراٹلی کے بعض اعلیٰ عہدیداروں اور دیگر کئی بڑی شخصیات کے بیانات شامل تھے جو عراق پر مسلط کی جانے والی جنگ کے خلاف عدم اعتماد کا کھلا اظہار تھے۔یہ خبری مواد اس لیے بھی اہم اور قابل غور ہے کہ تمام بیانات انتہا پسند مسلمان رہنماؤں یا ان کے حمایتیوں کے نہیں بلکہ خود امریکی برطانوی رہنماؤں اور دیگر کئی عالمی تجزیہ نگاروں کے تبصروں اور میڈیا رپورٹوں پر مشتمل ہیں۔یہ لوگ نہ تو مسلمان ہیں اور نہ ہی انتہا پسندی کا لیبل ان پر چسپاں کیا جا سکتا ہے۔صدر بش کے تقریری اقتباسات اور خبروں کے درمیان مماثلت یہ ہے کہ صدر بش دہشت گردی کے خلاف مہم کو مستقبل میں بھی نہ صرف جاری رکھنا چاہتے ہیں بلکہ ان کے مستقبل کے عزائم سے ایران وشام پر حملہ آور ہونے کی واضح نشاندھی بھی ہوتی ہے۔جبکہ امریکی و برطانوی فوجیوں کی ایک بڑی تعداد کی ہلاکت اوراربوں ڈالرز کے وسائل بے دریغ جنگ میں جھونک دینے پر خود امریکی و برطانوی معاشروں میں شدید ردِعمل پایا جاتا ہے ۔حتیٰ کہ امریکی کانگریس، امریکی تھنک ٹینکس اور برسراقتدار امریکی پارٹی ''ریپبلکن'' کے افراد بھی اپنی حکومت کی بہیمانہ پالیسیوں سے نالاں و بے زار نظر آتے ہیں۔اسی طرح کے حالات برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کو بھی درپیش ہیں۔دہشت گردی کے نئے قانون پر گزشتہ دنوں انہیں پارلیمنٹ میں بری طرح شکست ہوئی ہے اوراپوزیشن کے علاوہ خود ٹونی بلیئر کی پارٹی کے ارکان نے بھی ان کے خلاف نہ صرف عدم اعتماد ظاہر کیا ہے بلکہ بش بلیئر پر دہشت گردی کی مہم اور عراق جنگ کے حوالہ سے کئی سوالات اٹھائے ہیں اور سنگین الزامات بھی عائد کیے ہیں۔

صورت حال یہ ہے کہ ''واراون ٹیرر'' بے توقیر ہو رہی ہے۔افغانستان اور عراق میں جاری جنگ کے اثرات اس طرح مرتب ہو رہے ہیں کہ امریکی اور برطانوی نوجوان فوج میں بھرتی ہونے سے کترانے لگے ہیں۔ایک خبر کے مطابق افغانستان اور عراق میں ہزاروں امریکی فوجیوں کے ہلاک وزخمی ہونے اور جنگ بے نتیجہ رہنے کے باعث امریکہ کو نئی فوجی بھرتی کے لیے شدید مشکلات پیش آرہی ہیں۔چینی ریڈیو کی ایک رپورٹ کے مطابق ''پینٹا گون'' کی طرف سے جاری کردہ حالیہ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ مارچ 2003ء سے عراق جنگ میں اب تک ایک ہزار چھ سو بیس (1620) امریکی فوجی ہلاک اور 12 ہزار 500 سو فوجی

زخمی ہوئے ہیں۔اسی طرح افغانستان میں بھی امریکی اور اتحادی فوجیوں کی ہلاکتوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور امریکی نوجوانوں میں فوج میں بھرتی کے لیے خوف پایا جاتا ہے۔رپورٹ کے مطابق امریکہ میں 30 ستمبر تک فوج میں 80 ہزار نئی بھرتیوں کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ جو کہ اپنے ہدف سے 15 فیصد پیچھے ہے جبکہ نئے ''میرینز'' کی بھرتی کے ہدف میں ۹ فیصد کمی کا سامنا ہے۔افغانستان میں تعینات بگرام ایربیس کے نائب کمانڈر ''بریگیڈیئر جنرل گریک چیمپئن'' نے اعتراف کیا ہے کہ افغانستان میں طالبان کمزور نہیں ہوئے بلکہ اتحادی افواج کو ان کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا ہے۔(''نوائے وقت'' 23 رمئی 2005ء)

ایک اور خبر میں بتایا گیا ہے کہ عراق سے واپس آنے والے امریکی فوجیوں کی اکثریت ذہنی مریض بن چکی ہے۔واپس لوٹنے والے فوجی سخت نفسیاتی دباؤ کا شکار ہیں۔''لیفٹیننٹ جولین کوڈرم'' واحد آدمی نہیں ہے جو خودکشی کرنا چاہتا ہے بلکہ عراق سے واپس آنے والے ایک لاکھ سے زائد فوجیوں کا یہی حال ہے''کوڈرم'' کا کہنا ہے کہ ڈیزل کی بو آتے ہی وہ تصور میں عراق پہنچ جاتا ہے۔عراق میں جنگ ایسی ہے کہ نہ تو حملہ آور نظر آتے ہیں اور نہ سڑک کنارے بم دھماکہ کرنے والے۔جس کی وجہ سے امریکی فوجی دہشت کا شکار ہیں۔

9 رالیون کے واقعہ کو بنیاد بنا کر آغاز ہونے والی بے اصول و بے جواز ''وار اون ٹیرر'' اپنے آغاز سے ہی جس طرح بے اعتبار و رسوا ہوتی آرہی ہے تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔عالمی رائے عامہ نے متفقہ طور پر دہشت گردی کے خلاف جاری مہم کو صرف امریکی مفادات کی بیہودہ جنگ قرار دیکر اس پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا ہے اور گزشتہ چند ماہ کے دوران اس بداعتمادی میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔امریکہ، برطانیہ، اٹلی اور پاکستان سمیت اتحادی ممالک آج تک اپنے عوام کو یقین واطمینان نہیں دلا سکے کہ اس وحشیانہ مہم کے نتائج مقررہ اصولی دائروں کو توڑتے ہوئے ایک خونخوار ٹولہ کی منہ زور خواہشوں کے تابع اور مسلم کش صلیبی جنگ میں تبدیل ہو چکے ہیں۔صدر بش منی لینڈروں کے اس گروہ کے سرپرست کے طور پر سامنے آئے ہیں۔جس کے نزدیک پوری انسانیت کا اس کے حضور سجدہ ریز ہونا ضروری ہے اور اس خواب ناہموار کی تعبیر ملنی اس وقت تک ممکن نہیں تھی۔جب تک ایک کلمۂ توحید کی بنیاد پر مجتمع ہونے والی امت واحدہ کے پیکر لاہوتی کا ایک ایک جز الگ نہ کر دیا جاتا۔چنانچہ بوسینیا، کوسوا سے لے کر ایسٹ تیمور تک اور افغانستان و فلسطین سے لے کشمیر تک، چیچنیا، عراق، سوڈان اور پاکستان تک اس کے جسد واحد پر لگے کاری زخم بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔دوسری طرف اس حقیقت کا اعتراف بھی دنیا بھر میں ہونے لگا ہے کہ گزشتہ 4 سال کے دوران ہونے والے یک طرفہ ناروا ظلم اور اس کے خلاف مزاحمت میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے امریکہ اور اس کے اتحادی اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے ابھی تک تیار نہیں ہیں کہ ان کی بے لحاظ مہم جوئی نے خود ان کی راہ میں کتنے کانٹے بچھا دیئے ہیں۔وار اون ٹیرر کے موجدوں کو سوچنا چاہئے کہ آخر ان کی ایسی کونسی پالیسیاں ہیں کہ صدر بش اور ٹونی بلیئر دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی گئے ہیں وہاں کے عوام ان کے خلاف اپنے غم وغصہ کا اظہار کرنے سڑکوں پر نکل آئے۔دو ہفتے قبل امریکی صدر جارج ڈبلیو بش لاطینی امریکہ کے دورہ پر گئے تھے۔ان کے وہاں پہنچتے ہی احتجاجی مظاہر شروع ہو گئے۔اسی طرح تین روز پہلے وہ جاپان کے دورہ پر پہنچے ہیں تو وہاں بھی امریکہ مخالف مظاہرے ہو رہے ہیں۔دہشت گردی کے خلاف جاری مہم پر اٹھنے والے بھاری اخراجات نے ان ممالک کی اقتصادیات کا بھرکس نکال دیا ہے۔کترینا Catrina اور ریٹا Reta جیسے طوفانوں نے اگر امریکی معاشیات کی طاقت کا بھرم کھول دیا ہے تو برطانیہ اور پاکستان جیسے ممالک بھی افغان، عراق جنگ اور ۸ر اکتوبر کے زلزلہ سے بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔بالخصوص پاکستان کی اقتصادی ترقی

بارے انکشاف ہوا ہے کہ ہم اپنے خزانے کی جمع شدہ کل پونجی صرف کردیں گے تو بھی زلزلہ زدگان کی بحالی ممکن نہیں ہو سکے گی اور دوروز قبل حکومتی سطح پر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اگر 5.2 ارب ڈالر کی مالی امداد نہ پہنچی تو پاکستان متاثرین زلزلہ کی امداد نہیں کر سکے گا اور شاید تباہ شدہ عمارتوں کے ملبوں تلے دفن ہوجانے والوں کی مقدار برابر ہی مزید ہزاروں بدنصیب و خانماں برباد لوگ سردی کی شدت اور خوراک کی کمی کے باعث جان سے چلے جائیں گے۔

صدر بش، ٹونی بلیئر اور صدر مشرف کی ترجیحات میں ابھی تک دہشت گردوں کے خلاف مہم جوئی کا منصوبہ سرفہرست ہے اور اپنے اس منصوبے کا اعلان وہ مختلف انٹرویوز اور تقریروں میں برملا کررہے ہیں۔ بالخصوص امریکہ بہادر کی طرف سے دہشت گردی کے الزام کے تحت شام اور ایران کے خلاف بھی محاذ کھولنے کا اعلان کیا جارہا ہے۔ امریکی انٹیلی جنس اداروں کو جمہوریت کے قیام کے لیے مسلم ممالک میں عوامی بغاوت پیدا کرنے کا ٹاسک دیا گیا ہے۔ مختلف بم دھماکوں اور قتل کے واقعات کا الزام بھی مسلم ممالک کے سراس لیے تھوپا جارہا ہے تاکہ وار اون ٹیرر جاری رکھنے کا جواز ثابت کیا جاسکے۔ ایران کے خلاف ایٹمی پروگرام کے حوالہ سے اور شام پر سابق لبنانی وزیراعظم رفیق الحریری کے الزام میں مقدمہ تیار ہوچکا ہے بلکہ تازہ ترین اطلاعات یہ ہیں کہ شام کے خلاف کسی درجہ میں عسکری کارروائی کا آغاز بھی ہوچکا ہے۔

7 ر اکتوبر 2005ء کو ''بی بی سی ڈاٹ کام'' نے امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے جارحانہ خطاب کے حصے نقل کئے تھے۔ صدر بش نے واشنگٹن میں واقع ادارے ''نیشنل انڈومنٹ فار ڈیموکریسی NATIONAL INDOMINT for Democracy'' میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی شدت پسند سپین سے انڈونیشیا تک ریڈیکل (انقلابی) اسلامک سامراج قائم کرنا چاہتے ہیں، امریکی صدر نے کہا یہ سوچنا خام خیالی ہوگی کہ امریکہ اپنے نقصانات کی وجہ سے عراق چھوڑ کر چلا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ جنگیں بغیر قربانی کے نہیں جیتی جاسکتیں۔ اور اس جنگ میں زیادہ وقت زیادہ قربانی اور زیادہ عزم کی ضرورت ہوگی۔ شرپسندوں کی جانب سے عراق میں کی جانے والی شورش انسانیت کے خلاف جنگ اور ان کے وسیع تر لائحہ عمل کا ایک حصہ ہے، مصر، اردن اور پاکستان وہ ممالک ہیں جہاں شدت پسند یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے ریڈیکل سامراج کے لائحہ عمل کے تحت اقتدار پر قبضہ کر لینے کی قوت رکھتے ہیں۔

صدر بش نے امریکیوں سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں صبر و ہمت سے کام لینا ہوگا اور امریکی قوم کو جان لینا چاہیے کہ عراق میں بغیر فتح کے کوئی امن قائم نہیں ہوگا اور ہم یہ فتح حاصل کرکے رہیں گے۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ صدر بش کے اس اہم خطاب کا مقصد ان کی انتظامیہ کی عراق پالیسی کی کم ہوتی ہوئی عوامی حمایت کو روکنا ہے...... سی این این ...... یو ایس ٹوڈے اور گیلپ پول کے مطابق ۵۹ فیصد امریکی سمجھتے ہیں کہ عراق پر حملہ ایک غلطی تھی اور ۶۳ فیصد کا کہنا ہے کہ وہ چاہتے ہیں امریکہ عراق سے اپنی کچھ یا مکمل افواج واپس بلالے (''نوائے وقت''۔ 8 ر اکتوبر 2005ء)

مندرجہ بالا خطاب کے 18 دن بعد 25 ر اکتوبر کو صدر بش نے ایک اور خطاب میں بھی کم و بیش یہی الفاظ دہرائے...... امریکی افواج کے افسران سے خطاب کرتے ہوئے صدر بش نے اعلان کیا کہ پاکستان، سعودی عرب اور مصر انتہا پسندوں کے ٹارگٹ پر ہیں۔ شام نے عالمی مطالبات تسلیم نہ کیے تو آخری حل جنگ ہوگا۔ صدر بش نے کہا کہ انتہا پسند اسلام اور انسانیت کے دشمن ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کو بیروت اور موگا دیشو کی طرح عراق سے بھی نکالا جاسکتا ہے لیکن ہم مشن مکمل کئے بغیر عراق نہیں

چھوڑیں گے۔صدر بش نے فوجی افسران کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ انتہا پسندوں کے راستے میں رکاوٹ ہے۔وہ امریکہ کو وہاں سے نکال کر وہاں پیدا ہونے والے خلا سے فائدہ اٹھا کر ملک پر تسلط حاصل کرنا چاہتے ہیں۔تاکہ اپنے نفرت کے نظریہ کو فروغ دے سکیں۔انتہا پسند اسلام کے خلاف امریکہ کی جنگ کا پراپیگنڈہ کرتے ہیں لیکن افغانستان،عراق، پاکستان،انڈونیشیا اور کسووا کے مسلمانوں کو بچانے کے لیے امریکی تعاون کا ذکر نہیں کرتے۔انتہا پسندوں کا نظریہ اس صدی کا سب سے بڑا چیلنج ہے۔جس طرح کمیونزم پچھلی صدی میں بڑا چیلنج تھا۔انتہا پسند اسلام کو صرف اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔، پاکستان،سعودی عرب اور مصران کے ٹارگٹ ہیں جہاں وہ اپنے مقاصد کے لیے کارروائی کرتے ہیں۔ہم پاکستان میں عسکریت پسندوں کو الگ تھلگ کرنے میں صدر مشرف کی مدد کر رہے ہیں۔صدر بش نے ایران و شام کی پالیسیوں پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گردوں اور ان کے حامیوں میں کوئی فرق نہیں۔اور انہیں دہشت گردوں کی مسلسل مدد کا جواب دینا ہوگا۔اقوام متحدہ کو شام اور اس کی قیادت کی جانب سے دہشت گردی کی حمایت اور لبنان کے سابق وزیراعظم رفیق الحریری کے قتل پر اس کے خلاف کارروائی کرنی چاہیے۔(''نوائے وقت''۔26/اکتوبر2005ء)

مندرجہ بالا خطاب کے ٹھیک 16 دن بعد امریکی صدر نے ورجینا میں یو ایس ویٹرنز U.S. Wetrans. سے خطاب کیا اور کم و بیش 7 اور 25/اکتوبر کی تقریروں کا اعادہ ہی کیا۔اس (ٹیکسٹ بک) خطاب کے بارے میں بھی تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ امریکی صدر اپنی گرتی ہوئی ساکھ بچانے کے لیے پریشان ہیں معروف امریکی صحافی تھامس ڈیل Thomis Del کے مطابق صدر بش کا ہیجان انگیز خطاب دراصل ان کے نروس ہونے کا ثبوت ہے۔عراق پر حملہ کی پالیسی اور کترینا اور ریٹا جیسی قدرتی آفات نے بش حکومت کے اقدامات کو مشکوک بنا دیا ہے' صورت حال یہ ہے کہ اب صدر بش کی جانب سے اعلیٰ عہدوں کے لیے نامزد کردہ افراد بھی قبول نہیں کیے جا رہے۔صدر بش نے اپنی قانونی مشیرہ 60 سالہ ہیرٹ میئرز Harrete Myers کو سپریم کورٹ کا جج مقرر کیا تھا' ہیرٹ میئرز وہائٹ ہاؤس کی قانونی مشیر ہیں مگر انہوں نے جج کے عہدے پر کبھی کام نہیں کیا تھا۔صدر بش نے ہیرٹ میئرز کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہیرٹ نے اپنی زندگی قانون کی حکمرانی کے لیے وقف کر رکھی ہے لہذا اسی بنا پر بطور جج ان کا انتخاب کیا گیا ہے لیکن صدر بش کی اپنی پارٹی ریپبلکن کے ارکان نے ہی ہیرٹ میئرز کی تقرری کے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا۔

(''نوائے وقت''5/اکتوبر2005ء)

چنانچہ بعد ازاں جان رابرٹس Jhon Roberts کو نیا جج مقرر کیا گیا۔صدر بش کے لیے اپنی نامزد کردہ شخصیت کا مسترد کیا جانا ایک جھٹکے سے کم نہیں تھا۔اس واقعہ کے بعد نائب صدر ڈک چینی کے دست راست مستعفی ہو گئے۔ان پر متعدد الزامات عائد کیے گئے تھے جن میں سرفہرست یہ تھا کہ انہوں نے سی آئی اے کے اہلکاروں کو بے نقاب کر دیا تھا۔تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک جو دہشت گردی کی مہم میں آج بھی دنیا بھر کی مخالفت کے باوجود ڈٹے ہوئے ہیں۔انہیں اپنے مخالفین سے سخت خطرات لاحق ہیں۔چنانچہ امریکہ سمیت اس کے اتحادی ممالک کے سربراہ کسی مخالف آواز کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ان کی خواہش ہے کہ ان کی کابینہ کے افراد اور کانگریس و پارلیمنٹ کے دیگر ارکان بھی ان کے ہمنوا بن جائیں۔بصورت دیگر ان کے خلاف کوئی نہ کوئی سکینڈل کھڑا کر دیا جاتا ہے۔امریکہ برطانیہ اور پاکستان میں کئی واقعات ایسے رونما ہو چکے ہیں جن میں مخالف رائے رکھنے والے قریبی ساتھیوں کو بھی عتاب جھیلنا پڑا ہے۔مزید یہ کہ صدر بش ٹونی بلیئر اور صدر مشرف کے خطاب

میں کم وبیش ایک ہی جیسے الفاظ، دھمکیوں اور دعوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جو ایک خاص نفسیاتی رخ کی نشاندھی کرتے ہیں۔ دوسری طرف عالمی سطح پر دہشت گردی کی مہم کے خلاف ایک تسلسل سے ردعمل سامنے آ رہا ہے خاص طور پر برطانیہ میں ٹونی بلیئر کو شدید مزاحمت کا سامنا ہے۔ گزشتہ برس سابق امریکی وزیر خارجہ کولن پاؤل نے بش کابینہ میں دوبارہ شمولیت سے معذرت کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا تھا۔ واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق کولن پاؤل صدر جارج ڈبلیو بش، نائب صدر ڈک چینی اور وزیر دفاع ڈونلڈ رمز فیلڈ کی جنگجو یانہ پالیسیوں سے متفق نہیں تھے۔ اور انہوں نے امریکہ صدر پر واضح کر دیا تھا کہ اگر انتخابات میں کامیاب ہونے کے بعد امریکی پالیسیوں میں تبدیلی نہ کی گئی تو وہ ان کے ساتھ نہیں چل سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کولن پاؤل صدر بش کو پالیسیوں میں تبدیلی پر آمادہ نہ کر سکے اور خاموشی کے ساتھ منظر سے ہٹ گئے۔ چند ماہ قبل کولن پاؤل نے ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے بڑی افسردہ لہجہ میں کہا کہ سلامتی کونسل کے اجلاس میں عراق کے خلاف جھوٹے ثبوتوں پر مشتمل دستاویزات پیش کرنے پر وہ شرمندہ ہیں۔ کولن پاؤل نے کہا یہ واقعہ میرے کیریئر پر ایسا داغ ہے۔ جو کبھی دُھل نہیں سکے گا۔ کولن پاؤل نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ ہماری تمام پالیسیاں درست سمت میں جا رہی ہیں۔ بالخصوص عراق کے بارے میں ہمیں اپنے نقطۂ نظر کو بدلنا چاہیے۔

سابق برطانوی وزیر خارجہ رابن کک جو بلیئر حکومت سے علیحدگی اور وزارت خارجہ کے بڑے عہدے سے مستعفی ہو جانے کے بعد متعدد بار صدر بش اور وزیر اعظم ٹونی بلیئر کی پالیسیوں پر سخت تنقید کر چکے ہیں۔ 12/جولائی 2005ء کو بی بی سی ورلڈ ٹو نائٹ B.B.C. World to Night کے ساتھ انٹرویو میں گفتگو کرتے ہوئے رابن کک نے کہا ''میرے خیال میں دہشت گردی کے خلاف جنگ میں جو اقدامات اب تک کیے گئے ہیں وہ صدر بش کی ناسمجھی کی وجہ سے ہوئے ہیں' انہوں نے پیچیدہ معاملات کو سمجھنے میں شدید غلطی کی ہے۔ یہ فہم وادراک کا مسئلہ ہے لیکن صدر بش دہشت گردی کے خلاف طاقت سے نمٹنے کی بات کرتے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ دہشت گردی سے نمٹنے کا واحد حل فوجی طاقت ہے بلکہ اس کے بنیادی اسباب کا حل تلاش کرنا ضروری ہے۔ رابن کک نے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ سے دہشت گرد تو علیحدہ ہو چکے ہیں لیکن بش انتظامیہ کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلم معاشروں میں افراتفری اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ (''نوائے وقت'' 13/جولائی 2005ء)

2 اکتوبر کو برطانوی فوج کے سربراہ ''جنرل سر مائیکل واکر'' (G. Sir Michale Walkar) نے برطانوی اخبار ''سنڈے ٹائمز'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ عراق پر حملے کے بارے میں وزیر اعظم ٹونی بلیئر کے فیصلہ کا ساتھ دینے پر (عوام میں) برطانوی فوج کو مجرم تصور کیا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں آرمی کا مورال اور بھرتی کا کام بری طرح متاثر ہوا ہے۔ چیف آف دی ڈیفنس آف سٹاف ''جنرل مائیکل واکر'' نے کہا کہ برطانیہ اور امریکہ کو اس جنگ کے کسی مکمل نتیجے سے کم تر پر اکتفا کرتے ہوئے کوئی راستہ نکالنا ہوگا۔ مائیکل واکر نے کہا کہ مارچ 2003ء میں صدام حکومت کے خاتمے کے لیے جب عراق پر امریکی حملے میں شمولیت کا فیصلہ کیا گیا تو اس فیصلہ کو برطانوی عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل نہیں تھی۔ جبکہ ہمیں یہی بتایا گیا تھا کہ اس فیصلہ کو عوام کی حمایت حاصل ہے۔ لیکن اب صورت حال بدل چکی ہے اور ہم ایک ایسی جنگ میں شامل ہونے پر ندامت محسوس کرتے ہیں۔ جسے پورے ملک کے عوام کی حمایت حاصل نہ ہو۔ مائیکل واکر سے پوچھا گیا کیا (امریکی و برطانوی دعوؤں کے مطابق) یہ جنگ جیتی جا سکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا جنگ جیتنے کا لفظ ہی غلط ہے۔ البتہ صورتحال کے حوالہ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا آدھا گلاس

بھرا ہوا ہے۔سنڈے ٹائمز نے آدھا گلاس بھرا ہے کے ریمارکس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایسا لگتا ہے جیسے عراق کے بارے میں برطانیہ کے پر جوش عزائم اب ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔(''نوائے وقت'' 3راکتوبر 2005ء)

سابق برطانوی وزیر مائیکل مچر Michale Micher نے ایک اخبار میں لکھے گئے اپنے مضمون میں انکشاف کیا ہے کہ گیارہ ستمبر کے واقعات میں ملوث افراد کا تعلق امریکی و برطانوی خفیہ ایجنسیوں سے تھا۔(''نوائے وقت'' 3راکتوبر 2005ء)

امریکی سینٹر ایڈورڈ کینیڈی نے صدر بش کے 7 اکتوبر کے خطاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ سپین وانڈونیشیا تک انقلابی اسلامی خلافت قائم کرنے کے شدت پسندوں کے نظریے کے بارے میں امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کی دی گئی وارننگ کا مقصد عراق میں امریکی افواج اور بش انتظامیہ کی عسکری پالیسیوں کی ناکامیوں کو چھپانا اور عوام کی کم ہوتی ہوئی حمایت و تائید کو پھر سے بہتر بنانا ہے۔اور اپنی قیادت پر امریکی عوام کے اعتماد کو فروغ دینا ہے۔سینٹر ایڈورڈ کینیڈی نے کہا عراق میں ہماری فوج کی موجودگی ایک اچھا فیصلہ نہیں ہے۔سینٹ کے اقلیتی قائد ''ہیری ریڈ'' کا کہنا ہے کہ صدر بش لگاتار جھوٹے دعوے کر رہے ہیں کہ عراق جنگ اور گیارہ ستمبر کے سانحہ کے درمیان ایک ربط ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا کوئی ربط پہلے رہا نہ اب موجود ہے۔
(''نوائے وقت'' 10راکتوبر 2005ء)

امریکہ کے سابق صدر بل کلنٹن کہتے ہیں کہ عراق ایک دلدل جیسا دکھائی دے رہا ہے۔برطانیہ کے لبرل ڈیموکریٹ رہنما چارلس کینیڈی Charles Canady کا کہنا ہے کہ وزیراعظم ٹونی بلیئر کو عراق سے برطانوی افواج کا انخلاء فوراً شروع کر دینا چاہیے۔سکاٹش پارٹی کی موسم خزاں کی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے چارلس کینیڈی نے کہا عراق میں برطانوی افواج کی موجودگی مسئلے کا حل نہیں۔انہوں نے کہا کہ بلیئر حکومت کا یہ خیال بالکل بے معنی ہے کہ جو کچھ عراق میں ہو رہا ہے اس کے اثرات باہر نہیں پہنچیں گے۔عراق پر قبضہ ایک خوفناک غلطی تھی۔(''نوائے وقت'' 10راکتوبر 2005ء)

ایک برطانوی نشریاتی ادارے کی جانب سے کیے گئے سروے کے مطابق کے ایک تہائی شہری اس حق میں ہیں کہ برطانوی فوج کو فوری طور پر عراق چھوڑ دینا چاہیے۔75 فیصد برطانوی شہریوں کی رائے ہے کہ عراق کے خلاف جنگی کارروائی میں برطانیہ کا امریکہ کا ساتھ دینا غلط تھا اور وہ اس کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔(''نوائے وقت'' 14راکتوبر 2005)

زمبابوے کے صدر ''رابرٹ موگابے'' نے بش بلیئر پالیسیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے امریکی صدر بش اور برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر دونوں ناپاک ہیں دونوں ہزار سال کی تاریخ کے بدترین حکمران ہیں۔صدر موگابے نے کہا کیا ہمیں ان دونوں کو اپنی مرضی کرنے کی اجازت دینی چاہیے؟ جنہوں نے ایک بے گناہ ملک کے خلاف ہٹلر اور مسولینی کی طرح بدترین اتحاد تشکیل دیا۔(''نوائے وقت'' 19راکتوبر 2005ء)

سابق امریکی وزیر خارجہ کولن پاول کے چیف آف سٹاف اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں 16 سال تک خدمات سرانجام دینے والے ''لیری ویلکرسن'' نے ''نیو امریکن فاؤنڈیشن واشنگٹن تھنک ٹینک'' سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکی نائب صدر ڈک چینی اور وزیر دفاع ڈونلڈ رمزفیلڈ امریکہ کی فارن پالیسی کو ہائی جیک کر چکے ہیں۔وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس بھی جس کے صدر بش کے ساتھ بے تکلفانہ تعلقات ہیں مسائل کی جڑ ہے۔لیری ویلکرسن کا کہنا ہے کہ ان لوگوں کی وجہ سے امریکہ بہت زیادہ کمزور اور بین الاقوامی برادری میں بالکل تنہا رہ گیا ہے۔ڈک چینی اور رمزفیلڈ جو پالیسیاں بناتے ہیں اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ ان پالیسیوں پر

ہی عمل پیرا ہے۔صدر بش کو اپنے ملک سے کوئی دلچسپی نہیں۔وہ ایک کاؤبوائے شخص ہے‘لیری ویلکرسن نے مزید کہا کہ اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے کہ بش کے دور اقتدار میں امریکہ نے کیا کھویا اور کیا پایا ہے تو میں کہوں گا کہ کھویا ہی کھویا ہے پایا کچھ نہیں۔سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ پر قابض ان دونوں افراد (ڈک چینی اور رمزفیلڈ) کے خفیہ فیصلوں کی وجہ سے آج امریکہ ایسے نتائج بھگت رہا ہے اور اس کے اثرات امریکی عوام پر ہی پڑ رہے ہیں۔ہر طرف مایوسی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔لیری ویلکرسن کے بقول نارتھ کوریا، ایران اور عراق کے ایشوز پر اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے درمیان واضح کھچاؤ موجود ہے۔جو لوگ اپنی من مانیوں کی بنا پر فیصلے کر رہے ہیں۔ان کی کارکردگی تو دیکھیے کہ انہوں نے ابوغریب جیل میں قیدیوں کے ساتھ کس طرح غیر انسانی سلوک کیا۔یہ واقعہ ایسے ہی نہیں ہو گیا تھا بلکہ بش انتظامیہ نے فوجیوں کو گرین لائٹ دے رکھی ہے اور وہ اس طرح کی کارروائیاں کرتے ہیں۔بش انتظامیہ نے امریکی افواج کو تھکا دیا ہے اور اب ان کا مورال دن بدن گھٹتا جا رہا ہے۔(''نوائے وقت''22/اکتوبر2005ء)

عراق میں ایٹمی اسلحہ کی تحقیقات کرنے والے اقوام متحدہ کے سابق اسلحہ انسپکٹر''ہانس بلکس''نے کہا ہے کہ:''بش انتظامیہ نے عراق میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے اسلحہ کی موجودگی کی بات عراق پر حملے کے بعد کی اور یہ بات غلط ثابت ہو گئی۔انہوں نے کہا وہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ بش انتظامیہ نے جان بوجھ کر عوام کو گمراہ کیا اور انہیں غلط باتیں بتائیں۔انہوں نے نہ صرف خود کو دھوکہ دیا بلکہ دنیا کو بھی عراق میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی موجودگی کا رونا رو کر گمراہ کیا۔ہانس بلکس نے اخبار نویسوں کے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے کہا کہ عراق میں تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی موجودگی کے بارے میں جو سیٹلائٹ تصاویر دکھائی گئیں اور صدام کے منحرف اعلیٰ افراد کے بیانات ان ہتھیاروں کی موجودگی کے بارے میں ثبوت کے طور پر پیش کیے گئے وہ مستند نہیں تھے۔اور نہ ہی ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ عراق کے پاس W.M.D.موجود ہیں لیکن امریکی انتظامیہ نے جان بوجھ کر غلط نتائج اخذ کیے اور ان کی بنیاد پر دنیا کو بے وقوف بنایا۔(''نوائے وقت''24/اکتوبر2005ء)

معروف برطانوی اخبار''سنڈے ٹائمز''نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ وزیراعظم ٹونی بلیئر کی انسداد دہشت گردی کی پالیسیاں ناکام ہو رہی ہیں اور بعض پالیسیاں ایسی ہیں جو حقائق سے مطابقت نہیں رکھتیں۔(''نوائے وقت''24/اکتوبر2005ء)

عراق جنگ میں ہلاک ہونے والے ایک برطانوی فوجی 19 سالہ'' فوزیلیئر گورڈن جینٹل'' کی ماں روز جینٹل(Rose Gentle) نے ڈاؤننگ سٹریٹ پر لیبر پارٹی کے رکن پارلیمنٹ کلیئر شارٹ(Clear Short) کو ایک خط لکھا ہے۔جس میں کہا گیا ہے کہ ایک اور فوجی کی ہلاکت نے عراق جنگ کے مخالفین کے غصہ کو اور بڑھا دیا ہے۔روز جینٹل نے کہا کہ ٹونی بلیئر کو اپنی غلطی محسوس کرنی چاہیے۔عراق میں جیسے جیسے ہمارے فوجیوں کی ہلاکتیں بڑھتی جائیں گی‘ہمارے غصے میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا۔ہلاک ہونے والے برطانوی فوجی کی ماں نے کہا کہ جب بھی ٹیلی ویژن کی طرف رخ کرؤ کسی نہ کسی فوجی کی ہلاکت کی خبر نشر ہو رہی ہوتی ہے جو آپ کو یاد دلاتی ہے کہ آپ کے بیٹے بھی ہلاک ہو رہے ہیں۔(''نوائے وقت''24/اکتوبر2005ء)

30اکتوبر کو اٹلی کے وزیراعظم''سلویو لسکونی''(Sloeuor Lisconi) نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ انہوں نے صدر بش کو بار بار سمجھایا تھا کہ وہ عراق پر حملہ نہ کریں کیونکہ انہیں اس پر کبھی یقین نہیں تھا کہ عراق میں جمہوریت لانے کا بہترین طریقہ طاقت کا استعمال ہوگا۔یاد رہے کہ لیسکونی کی حکومت نے عراق پر حملہ کرنے کے لیے اتحادی افواج کے ہمراہ اپنی فوج نہیں بھیجی تھی۔(''نوائے وقت''31/اکتوبر2005ء)

عالمی ایٹمی توانائی ادارے کے سربراہ محمد البرادی نے کہا ہے کہ ہم ایران کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں ملنے والی رپورٹوں پر بڑی احتیاط سے کام لے رہے ہیں کیونکہ اس سے پہلے عراق کے ایٹمی اسلحہ کے بارے میں تیارہ کردہ رپورٹوں میں ہمیں غلط معلومات فراہم کی گئی تھیں۔(''نوائے وقت'' 9/نومبر 2005ء)

ایک اور خبر کے مطابق آسٹریلوی فوجیوں نے افغانستان میں مزید ڈیوٹی دینے سے انکار کر دیا ہے اور وطن واپس چلے گئے ہیں جبکہ فرانس نے اپنے جنگی طیارے افغانستان سے واپس منگوا لیے ہیں۔(''نوائے وقت'' 11/نومبر 2005ء)

معروف امریکی جریدے ''نیوز ویک'' کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کو آج کل شدید اندرونی و بیرونی مسائل کا سامنا ہے اور امریکی صدر کی ان مشکلات کو یورپ اور ایشیاء کے اخبارات بڑے واضح طریقے سے شائع کر رہے ہیں۔صدر بش کے خلاف ہونے والے اجتماعی مظاہروں کو بھی میڈیا میں خصوصی کوریج دی جارہی ہے۔امریکی جریدے ''نیوز ویک'' نے صدر بش کے مسائل کا حل پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہیں چاہیے کہ تشدد پر مبنی تمام فیصلے فوری طور پر ختم کر دیئے جائیں۔''نیوز ویک'' کے مطابق 9 ستمبر کے بعد طاقت کے اندھے استعمال اور قیدیوں سے غیر انسانی سلوک کے بعد صدر بش اور ان کی حکومت کا امیج عالمی سطح پر مزید خراب ہوا ہے۔''نیوز ویک'' کے مطابق تشدد نفرت کو جنم دیتا ہے۔اس لیے امریکی صدر کو چاہیے کہ وہ اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کریں۔(''نوائے وقت'' 11/نومبر 2005ء)

امریکہ کے سابق صدر ''جمی کارٹر'' نے کہا ہے کہ صدر بش کی جنگجویانہ پالیسیاں امریکی اقدار کے یکسر منافی ہیں اور میں اس صورت حال پر خاموش نہیں رہ سکتا۔ان خیالات کا اظہار سابق صدر جمی کارٹر نے اپنی نئی کتاب ''ہماری اقدار کو خطرہ'' میں کیا ہے۔جمی کارٹر کا کہنا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب نہ چاہتے ہوئے بھی اس لیے لکھی ہے کہ صدر بش امریکی اقدار کو جس بری طرح پامال کر رہے ہیں اس پر وہ مزید خاموش نہیں رہ سکتے۔سابق صدر نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ امریکی اقدار کی بنیاد امن ہے۔پیشگی حملہ کرنا نہیں۔اس سلسلے میں ہم اس وقت کا انتظار بھی نہیں کرتے۔جس میں یہ جانا جاسکے کہ واقعی امریکہ کو کوئی خطرہ لاحق ہے۔ہم اب امریکی اقدار کے منافی یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہماری نئی پالیسی ایک ملک پر حملہ کرنا اور اسے بمباری کا نشانہ بنانا ہے۔سابق صدر نے کہا کہ امریکی اقدار میں دوسری اہم چیز انسانی حقوق ہیں۔کئی عشروں سے ہم جنیوا کنونشن کی حمایت کر رہے ہیں۔جن میں کہا گیا ہے کہ ہم قیدیوں پر تشدد نہیں کریں گے۔مگر اب صورت حال یہ ہے کہ ہمارے سینیٹرز قیدیوں پر تشدد کے حق میں ووٹ دے رہے ہیں اور یہ بات ناقابل تصور ہے کہ امریکہ میں یہ بھی ہوسکتا ہے۔(''نوائے وقت'' 14/نومبر 2005ء)

قارئین محترم! مندرجہ بالا خبروں سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ دہشت گردی کے خلاف جاری بے اعتبار مہم آخر کار ایک شرمناک انجام سے دوچار ہونے جارہی ہے اور اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اب برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر بھی مجبوراً کہہ رہے ہیں کہ عراق سے برطانوی فوج کے انخلاء کا فیصلہ ایک مستحسن اقدام ہوگا۔(''نوائے وقت'' 16/نومبر 2005ء)

دوسری طرف امریکی سینٹ نے بھی اپنے متفقہ اعلامیہ میں کہا ہے کہ عراقی سیکورٹی فورسز اگلے سال تک عراق کا انتظام سنبھال لیں تاکہ امریکی افواج کی مرحلہ وار واپسی کا سلسلہ شروع ہو سکے۔(ٹی وی نیوز 16/نومبر 2005ء)

مسلم سجاد

خودکُش دہشت گردی کی وجہ؟
بنیاد پرستی یا غیر ملکی تسلّط

حال ہی میں یونی ورسٹی آف شکاگو کے پروفیسر رابرٹ پاپ (Robert Pape) نے ایک کتاب Dying To Win (فتح کے لیے مرنا) خودکُش دہشت گردی کے موضوع پر لکھی ہے۔ یہ موضوع بھی ہمارا ہے، لیکن شاید پاکستان یا عرب دنیا میں کہیں اس طرح کا ریکارڈ اور تحقیقی مطالعہ نہ کیا گیا ہو۔ مصنف نے ایک انٹرویو میں بتایا ہے کہ اس کے پاس اس طرح کے دہشت گردوں کا ایک پورا ڈیٹا بیس ہے جس میں ۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۴ء تک خودکُش دہشت گردوں کی نام بہ نام ہر ایک کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں۔ یہ صرف اخباری اطلاعات پر مبنی نہیں ہے بلکہ متعلقہ فرد کے اہل خانہ سے ملاقاتیں کی گئی ہیں اور ان کی اپنی زبان (عربی، روسی اور تامل) میں بات چیت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مصنف سے ایک انٹرویو لیا گیا ہے جو The American Conservative (۱۸ جولائی ۲۰۰۵ء) میں شائع ہوا ہے یہ تحریر اسی انٹرویو پر مبنی ہے۔

رابرٹ پاپ کا کہنا ہے: ''ان معلومات کے نتیجے میں اس سے ایک بالکل مختلف تصویر ابھرتی ہے جو ہمیں امریکا میں دکھائی جارہی ہے۔ دہشت گردی کی تحریک کو غذا کس چیز سے مل رہی ہے؟ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں' اس کا اسلامی بنیاد پرستی سے تعلق ہے' لیکن ایسا نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کے پیچھے ایک واضح اسٹرے ٹیجک مقصد ہے۔ وہ سرزمین جس کو دہشت گرد اپنی مادرِوطن سمجھتے ہیں وہاں سے جدید جمہورتیوں (مغربی ممالک) کو اپنی فوجیں واپس بلانے پر مجبور کرنا۔ لبنان سے سری لنکا تک، چیچنیا سے کشمیر اور دریائے اردن کے مغربی کنارے تک' ہر خودکُش دہشت گرد مہم کے تمام واقعات کے تقریباً ۹۵ فی صد کا ہدف یہی تھا۔''

مصنف کہتا ہے: ''امریکا میں تو یہی کہا جاتا ہے کہ اگر ہم دہشت گردوں سے وہاں لڑیں تو ہمیں ان سے یہاں اپنی زمین پر نہیں لڑنا پڑے گا۔ اگر ہم صاف دلی سے دیکھیں تو حقیقت یہ ہے کہ یہ دہشت گردی اسلامی بنیاد پرستی کی وجہ سے نہیں ہے' بلکہ غیر ملکی قبضے کا ردعمل ہے۔ اس لیے مسلم معاشروں کو فوجی قوت کے ذریعے تبدیل کرنے کی ہماری کوشش کا نتیجہ الٹا ہی ہوگا کہ ہم یہاں اپنے گھر میں اور زیادہ خودکُش حملوں کا نشانہ بنیں گے۔ ۱۹۹۰ء سے امریکا نے جزیرہ عرب میں لاکھوں کی تعداد میں فوج بٹھا رکھی ہے۔ امریکی فوج کی یہی موجودگی' اسامہ بن لادن اور القاعدہ کے گرد لوگوں کو جمع ہونے کا سب سے بڑا محرک ثابت ہوئی ہے۔ ہمارے پالیسی سازوں کا استدلال یہ ہے کہ بہتر ہے کہ حملے وہاں ہوتے رہیں' لیکن وہ یہ بات فراموش کردیتے ہیں کہ یہ عمل ایسا نہیں ہے جس میں رسد محدود ہو اور صرف چند سو دہشت گرد یا مذہبی دیوانے یہ کرنے کے لیے آمادہ ہوں' بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے طلب اور رسد دونوں میں اضافہ ہوتا ہے' مثلاً عراق پر ہمارے حملے نے دہشت گردی کو

تحریک دی ہے اور خودکُش دہشت گردی کو ایک نئی زندگی مل گئی ہے''۔

رابرٹ پاپ تجزیہ کرتا ہے: ''اسامہ بن لادن کی تقریریں چالیس چالیس، پچاس پچاس صفحوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان میں پہلی بات یہی ہوتی ہے کہ امریکی فوجیوں کو اس سرزمین سے نکالا جائے۔'' ۱۹۹۶ء میں اسامہ نے کہا تھا: ''امریکا کا منصوبہ یہ ہے کہ عراق کو ختم کریں، اس کے تین ٹکڑے کریں، ایک اسرائیل کو دیں تاکہ وہ اپنی سرحدیں وسیع کرے اور پھر یہی کچھ سعودی عرب کے ساتھ کریں۔ہم اس پیش گوئی کو حرف بحرف سچا ثابت کر رہے ہیں۔اس طرح اسامہ کی اپیل میں بڑی کشش پیدا ہوگئی ہے''۔

''سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان علاقوں میں امریکی افواج کی موجودگی کو زیادہ وزن دیا جائے یا مغرب کو تہذیبی طور پر مسترد کرنے کے جذبے کو؟ حقائق بتاتے ہیں کہ اس ردعمل میں اصل چیز، ان علاقوں میں امریکی افواج کی موجودگی ہے۔اگر اسلامی بنیاد پرستی ہی ان خودکُش حملوں کی اصل محرک ہوتی تو دنیا کی بڑی بڑی اسلامی بنیاد پرست حکومتوں میں دہشت گردوں کی اکثریت ہوتی، لیکن عراق اور سعودی عرب سے تین گنا زیادہ آبادی والے ۷ کروڑ مسلمانوں کے ملک ایران سے کوئی بھی دہشت گرد پیدا نہیں ہو رہا، اور نہ عراق میں یہ ایران سے آرہے ہیں۔ پھر ۲ کروڑ آبادی کا ملک سوڈان انتہائی بنیاد پرست ہے۔اسامہ بن لادن نے تین سال یہاں بھی گزارے ہیں، لیکن یہاں سے کوئی بھی حملہ نہیں ہوا۔خود عراق کو دیکھئے، ہمارے حملے سے پہلے عراق کی تاریخ میں کسی خودکُش حملے کا ریکارڈ نہیں ہے۔لیکن ہمارے حملے کے بعد اس میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔۲۰۰۳ء میں ۲۰ حملے، ۲۰۰۴ء میں ۴۸ حملے اور ۲۰۰۵ء کے پہلے پانچ مہینوں میں ۵۰ سے زیادہ۔امریکی افواج کی موجودگی کی وجہ سے ان حملوں میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔''

رابرٹ پاپ وضاحت کرتا ہے: ''۱۹۸۰ء کے بعد سے ہونے والے ان ۴۶۲ خودکُش حملوں کا میں نے پورا ریکارڈ جمع کیا ہے جس میں حملہ آور نے اپنا مشن بھی مکمل کیا اور اپنے آپ کو ہلاک بھی کر دیا۔ان میں چند ہی وہ ہیں جو کسی دہشت گرد گروپ سے طویل عرصے تک سے وابستہ رہے ہوں۔زیادہ تر کے لیے تشدد کا پہلا تجربہ خود ان کا یہ حملہ ہی ہوتا ہے۔اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہمارے حملے سے پہلے عراق میں دہشت گرد تنظیمیں ہمارا انتظار کر رہی تھیں۔امر واقع یہ ہے کہ ہمارے حملے اور عراق پر کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش نے خودکُش دہشت گرد پیدا کیے ہیں۔ہماری اطلاعات کے مطابق دہشت گرد زیادہ تر عراقی سنی اور سعودی باشندے ہیں۔یہی وہ دو علاقے ہیں جہاں ہماری افواج موجود ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری خودکُش دہشت گردی کی منطق درست ہے۔''

وہ دعویٰ کرتا ہے کہ القاعدہ کی ایک خفیہ دستاویز سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ اگلی مختصر مدت میں امریکا پر حملہ کرنے کے بجائے اس کے حلیفوں کو نشانہ بنائیں گے تاکہ دہشت گردی کے خلاف قائم اتحاد ٹوٹ جائے۔اس دستاویز میں یہ بحث موجود ہے کہ حملہ برطانیہ پر کریں، پولینڈ پر یا اسپین پر۔یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اسپین پر مارچ ۲۰۰۴ء کے انتخابات سے پہلے حملہ کیا جائے تو وہ اپنی فوجیں واپس بلا لے گا اور پھر دوسرے بھی یہی کریں گے۔ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔اس دستاویز کے علم میں آجانے

کے بعد میڈرڈ میں حملہ ہوا، اسپین نے فوجیں واپس بلالیں' اور کچھ دوسرے ممالک نے بھی۔ القاعدہ نے ۲۰۰۲ء میں ۱۵ خودکُش حملے کیے ہیں۔ یہ نائن الیون سے پہلے کے مجموعی حملوں سے زیادہ ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ہماری تمام تر کوششوں کے باوجود القاعدہ کمزور نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہے۔

پوچھا جاتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فتح کا کیا مطلب ہے؟ فتح یہ ہے کہ ہمیں اپنا کوئی اہم مفاد قربان نہ کرنا پڑے اور نہ امریکی باشندے خودکُش حملوں کی زد میں آئیں' یعنی ہمیں تیل کی فراہمی برقرار رہے اور دہشت گردوں کی کوئی نئی نسل پیدا نہ ہو۔ ۷۰ء اور ۸۰ء عشروں میں ہم نے اپنے یہ مقاصد عرب سرزمین پر اپنا کوئی فوجی بھیجے بغیر حاصل کیے۔ اب بھی اسی حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

دیکھا جائے تو ہر غیر ملکی تسلط سے خودکُش دہشت گردی پیدا نہیں ہوتی۔ یہاں مذہب کا دخل سامنے آتا ہے مگر اس طرح کا نہیں جس طرح کا لوگ سوچتے ہیں۔ اگر قبضہ کرنے والے اور مقبوضہ معاشرے اور علاقے کے مذاہب مختلف ہیں تو دہشت گردی کا عمل سامنے آتا ہے۔ لبنان اور عراق میں بھی یہی وجہ ہے اور ایسا ہی معاملہ سری لنکا میں سنہالی بدھ اور تامل ہندوؤں کا ہے، مذہبی فرق کی وجہ سے دہشت گرد رہنما قابض حکمرانوں کا خراب نقشہ پیش کرتے ہیں لیکن ضروری ہے کہ قبضہ کرنے والا وہاں ہو۔ اگر قابض فوج وہاں موجود نہ ہوتو اسامہ بن لادن خواہ کتنی ہی دلیلیں دے، اس کے مخاطب لوگوں میں اس کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ چونکہ ہماری فوجیں وہاں موجود ہیں، اس لیے ہم اس کی بات کا جواب نہیں دے سکے۔

رابرٹ پاپ کے بقول: ''یہ سمجھا جاتا ہے کہ امریکی فوج واپس چلی جائے تب بھی یہ حملے بند نہ ہوں گے۔ لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے۔ گزشتہ ۲۰ برس کی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ دہشت گردوں کے وطن سے اگر غیر ملکی فوج واپس چلی جائے تو عموماً حملے فوراً رک جاتے ہیں۔ لبنان سے اسرائیلی فوجیں واپس چلی گئیں تو دہشت گردوں نے ان کا پیچھا تل ابیب تک نہیں کیا۔ فلسطین کی دوسری تحریک انتفاضہ میں بھی یہ صورت دیکھی جاسکتی ہے۔ اسرائیل کے صرف یہ وعدہ کر لینے سے کہ وہ علاقے خالی کرے گا، حملوں میں کمی آگئی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ افواج کی واپسی مزید خودکُش حملہ آوروں کی بھرتی کے امکانات کو کم کردیتی ہے۔

رابرٹ سے پوچھا گیا کہ اس کا امکان کہاں تک ہے کہ کسی امریکی شہر میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار (WMD) استعمال کیے جائیں؟ اس نے جواب دیا: ''اس کا بیش تر انحصار اس پر ہے کہ ہماری مسلح افواج کتنے عرصے تک خلیج میں رہتی ہیں۔ امریکا مخالف دہشت گردی، خودکُش دہشت گردی اور تباہ کن دہشت گردی کا مرکزی محرک غیر ملکی قبضہ، یعنی دوسرے ممالک میں ہماری افواج کی موجودگی کا ردعمل ہے۔ ہماری افواج دنیائے عرب میں جتنی دیر قیام کرتی ہیں کسی نہ کسی نائن الیون کا اندیشہ موجود ہے، خواہ یہ خودکُش حملہ ہو، جوہری حملہ ہو یا حیاتیاتی۔''

(مطبوعہ ''الفرقان''، لکھنؤ، نومبر ۲۰۰۵ء)

مولانا زاہدالراشدی

روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا عملی ایجنڈا

مولانا زاہدالراشدی نے مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی کی دعوت پر اہل حدیث مکتبِ فکر کے ادارہ ''مرکز التحقیق الاسلامی'' ماڈل ٹاؤن لاہور میں ۲۶ رجولائی ۲۰۰۵ء کو اس اہم عنوان پر گفتگو فرمائی۔ جو بعد میں اسی ادارہ کے ترجمان ماہنامہ ''محدث'' اور روزنامہ ''اسلام'' میں شائع ہوئی۔ افادۂ عام کے لیے نذرِ قارئین ہے۔(ادارہ)

روشن خیالی اور اعتدال پسندی دو خوبصورت اصطلاحیں ہیں جو اپنے لغوی مفہوم و معنی کے اعتبار سے بہت بہتر اور خوب ہیں اور اسلام کے مزاج کا حصہ ہیں۔ قرآن کریم میں یہ کہا گیا ہے کہ اسلام لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتا ہے اور جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشن شاہراہ پر گامزن کرتا ہے۔ یہ اسلام کا بنیادی تعارف ہے کہ وہ روشنی کا علمبردار ہے اور اسی کی طرف نسل انسانی کی رہنمائی کرتا ہے، یہ روشنی عقیدہ کی بھی ہے، خیال کی بھی ہے، کردار کی بھی ہے، عمل کی بھی ہے اور علم کی بھی ہے۔ اس لیے اسلام بذاتِ خود روشنی کا علمبردار ہے اور روشن خیالی کا سبق دیتا ہے۔

اسی طرح اسلام اعتدال اور توازن کا دین ہے۔ قرآن کریم اس امت کو ''امتِ وسط'' قرار دیتا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی امت اعتدال اور توازن کی علمبردار ہے، میانہ روی پر قائم ہے۔ اسے بہت سے حوالوں سے واضح کیا جا سکتا ہے مگر میں اس وقت دو حوالوں سے امت محمدیہ کے اعتدال اور میانہ روی کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودی اور عیسائی دونوں افراط و تفریط کا شکار تھے۔ عیسائیوں نے انہیں خدا کا بیٹا اور اسکی خدائی میں شریک بنا رکھا تھا جبکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی معصوم و مقدس ماں حضرت مریم علیہا السلام کے خلاف مکروہ الزام تراشی کرتے

تھے جو تاریخ کا ایک افسوس ناک باب ہے۔ اسلام نے ان دونوں انتہاؤں کے درمیان یہ کہہ کر اعتدال اور میانہ روی کا راستہ اختیار کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے اور خدائی میں شریک تو نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ نیز بغیر باپ کے پیدا ہونے اور زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار اور نشانی ہیں۔ یہ دو انتہا پسندانہ رویوں کے درمیان اعتدال کا راستہ ہے جو اسلام نے اختیار کیا۔

عمل و کردار کے حوالے سے انسانی سوسائٹی کو دو انتہاؤں کا ہر دور میں سامنا رہا ہے۔ ایک طرف ترک دنیا اور رہبانیت کا تصور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حقوق میں انسان اس قدر محو ہو جائے کہ انسانوں کے حقوق و تعلقات کا لحاظ نہ رہے اور دوسری طرف طلب دنیا اور انسانی معاشرت میں اس حد تک گم ہو جانے کا تصور کہ اپنے خالق و مالک کے حقوق

سے ہی انسان غافل ہوجائے ۔اسلام نے ان دو انتہاؤں کے درمیان بھی اعتدال اور توازن کا راستہ اختیار کیا کہ انسان کے لیے اپنے خالق و مالک کی بندگی اور اس کے حقوق ادا کرنا بھی ضروری ہے اور انسانی تعلقات، رشتوں اور ان کے حقوق کی پاسداری بھی اس کی ذمہ داری ہے۔اس موقع پر میں سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا حوالہ دینا چاہوں گا جب انہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو شب و روز خدا کی بندگی میں مصروف اور گھر والوں کے حقوق و معاملات سے بے پرواہ دیکھا تو انہیں نصیحت کی کہ ''تجھ پر تیرے رب کا بھی حق ہے، تیری جان کا بھی حق ہے، تیری بیوی کا بھی حق ہے، تیرے مہمان کا بھی حق ہے،اس لئے دین اس کا نام ہے کہ ہر ایک کو اس کا حق ادا کرو۔''

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تصدیق کردی کہ ''صَدَقَ سلمان'' تو گویا اسلام بذات خود روشن خیالی کا علمبردار ہے اور اعتدال و میانہ روی کا دین ہے اور اعتدال اور روشن خیالی خود اسلام کے مزاج اور مقاصد میں شامل ہے البتہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک اصطلاح کو کسی خاص معنیٰ کے لیے مخصوص کردیا جاتا ہے اور اگر وہ معنیٰ و مفہوم اس کے لغوی تقاضوں سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو الجھن پیدا ہوجاتی ہے۔اس کی ایک مثال اسلام کے دورِ اوّل میں خوارج کے گروہ کا وہ نعرہ بھی ہے جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لگایا کرتے تھے ۔خوارج کو یہ اعتراض تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف صفین کی جنگ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصالحت کے لئے فیصل اور حکم کیوں بنالیا تھا؟ ان کا کہنا تھا کہ یہ قرآن کریم کے اس حکم کے خلاف ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حکم دینے کا حق حاصل نہیں ہے ۔اسی بنا پر خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کردی تھی اور ان کے ساتھ نہروان کی جنگ بھی لڑی تھی ۔خوارج جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جذبات کا اظہار کرتے تو قرآن کا کریم جملہ ''اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہ'' نعرہ کے طور پر بلند کیا کرتے تھے اور غالباً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس نعرے پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ جملہ فرمایا تھا کہ ''کلمۃ حق اُرید بھا الباطل'' یعنی کلمہ تو حق ہے لیکن اس سے جو معنیٰ مراد لیا جارہا ہے وہ باطل ہے۔'' گویا قرآن کریم کے جملے کو غلط مقصد کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔

میرے خیال میں روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی خوبصورت اصطلاحات کا بھی یہی حال ہے کہ اتنے خوبصورت الفاظ کو جس مقصد کے لیے استعمال کیا جارہا ہے وہ محل نظر ہے اور اس کا بہرحال جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ان گزارشات کے بعد میں آپ حضرات کو اس طرف توجہ دلانا چاہوں گا کہ آج کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا عملی ایجنڈا کیا ہے اور اس خوبصورت نعرے کے ذریعے ہم سے جو عملی تقاضے کئے جارہے ہیں ان کی فہرست اور تفصیل کیا ہے؟ کیونکہ یہ تو صرف نظری اور خیالی بات ہے کہ روشن خیالی کو فروغ دینا چاہیے اور اعتدال پسندی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔سوال یہ ہے کہ اس کی عملی شکل کیا ہوگی اور وہ کون سے کام ہیں جنہیں پورا کر کے ہم اپنے ان دوستوں کے نزدیک روشن خیال اور اعتدال پسند ہونے کا مقام حاصل کرسکیں گے۔

اس حوالے سے دیکھا جائے تو آج کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے جو عملی تقاضے ہمارے سامنے آتے ہیں ان میں سے دو سب سے زیادہ اہم ہیں اور میں انہی کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔ ایک یہ کہ مذاہب کے درمیان مکالمہ اور مفاہمت کی صورت پیدا کی جائے اور ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی ختم کر کے باہمی تعاون و اشتراک کا ماحول بنایا جائے۔ ایک دوسرے کی نفی نہ کی جائے اور اتحاد بین المذاہب کو فروغ دیا جائے۔ اس کی ضرورت اس لیے پیش آ رہی ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام حق مذہب ہے اور باقی مذاہب باطل ہیں تو بعض حلقوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ آپ دوسرے مذاہب کی نفی کر رہے ہیں اور منفی بات کر رہے ہیں۔ یہ بات ان حلقوں کے خیال میں غلط ہے اور ان کا کہنا ہے کہ مثبت بات کریں، منفی نہ کریں۔ اپنے مذہب کو پیش کریں، دوسرے مذہب کو غلط نہ کہیں۔ اس طرح مذہبی رواداری اور مفاہمت کا ماحول بنے گا جو آج کے گلوبلائزیشن کے دور کے لیے ضروری تصور کیا جا رہا ہے۔

دوسری بات جس کا ہم سے عملی تقاضا کیا جا رہا ہے، یہ ہے کہ قرآن کریم کے بعض احکام سخت ہیں اور تشدد کے ذیل میں آتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے بعض احکام آج کے جدید عالمی ماحول اور مسلم قوانین سے مطابقت نہیں رکھتے۔ مثلاً مجرموں کو سنگسار کرنے اور کوڑے مارنے کی بات آج کی عالمی دنیا کے لیے قابل قبول نہیں ہے اور عورت کو طلاق کا حق نہ دینے کا قانون مرد اور عورت میں مکمل مساوات کے اس تصور کے منافی ہے جو آج کی دنیا میں قبول کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے قرآنی احکام وضوابط ہیں جو ہمارے معترضین کے نزدیک تشدد کی نمائندگی کرتے ہیں ، عدم مساوات پر مبنی ہیں اور جدید فلسفے اور اس پر مبنی بین الاقوامی قوانین سے متصادم ہیں۔ اس لیے ہمارے ان دوستوں کا خیال ہے کہ ان احکام پر نظر ثانی ہونی چاہیے اور انہیں یا تو نظر انداز کر دینا چاہیے یا پھر جدید تعبیر وتشریح کے ذریعے ان کی کوئی ایسی صورت متعیّن کرنی چاہیے جو آج کے عالمی ماحول کے لئے قابل قبول ہو۔

یہ دو بڑے مطالبات ہیں جو آج کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی طرف سے کئے جا رہے ہیں اور ان مطالبات کو پورا کئے بغیر ہم ان دوستوں کی نظر میں روشن خیال اور اعتدال پسند کا درجہ کسی صورت میں حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہمیں ان مطالبات کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لینا ہوگا اور ان کے بارے میں دوٹوک مؤقف پیش کرنا ہوگا۔

اس سلسلے میں دو گزارشات پیش کرنا چاہوں گا ایک یہ کہ یہ بات اس وقت سوچی جا سکتی ہے جب ہم آج کے جدید عالمی ماحول کو حق اور نجات کا حتمی معیار تصور کر لیں اور مغرب کے اس دعویٰ کو تسلیم کر لیں کہ ان کی تہذیب و معاشرت کے ارتقاء کا آخری نقطہ یہ مغربی تہذیب ہے۔ یہ ''اینڈ آف دی ہسٹری'' ہے۔ اس کے بعد انسانی سوسائٹی میں تہذیبی ارتقاء کی کوئی اور پیشرفت ممکن نہیں ہے، اس لیے یہی حتمی معیار ہے اور انسانی سوسائٹی کی آخری اور آئیڈیل منزل ہے۔ یہ مغرب کا دعویٰ ہے، اسے جن دوستوں نے ذہنی طور پر قبول کر لیا ہے وہ اس بات پر مصر ہیں کہ اس کی بنیاد پر اسلامی احکام وقوانین کی نئی تعبیر کی جائے اور قرآن وسنت کی جدید تشریح کر کے انہیں اس جدید اور آخری عالمی فلسفہ سے ہم آہنگ کیا جائے لیکن ہم اسکے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں ہیں اور آج کے جدید مغربی یا عالمی فلسفہ وتہذیب کو انسانی سوسائٹی کا ارتقاء سمجھنے کی بجائے

اسے اسی جاہلیت قدیم کا ایک نیا دور تصور کرتے رہیں جسے اس سے قبل حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کئی بار کراس کر کے انسانی سوسائٹی کا رخ آسمانی تعلیمات کی طرف موڑ چکے ہیں۔اس لئے جب ہم اس عالمی فلسفہ وتہذیب کو حق ،انصاف ، نجات اور فلاح کا معیار ہی تصور نہیں کرتے تو اس سے ہم آہنگ ہونے کے لئے قرآن وسنت کے احکام میں ردّ وبدل کا خیال ہمارے ذہنوں میں کس طرح آسکتا ہے۔ہم آج بھی آسمانی تعلیمات کو ہی انسانی سوسائٹی کی فلاح اور کامیابی کا صحیح معیار سمجھتے ہیں ،اس لئے آج کے جدید فلسفہ وتہذیب سے مطابقت کے لئے آسمانی تعلیمات میں ردّوبدل کی بجائے ہمارے نزدیک آسمانی تعلیمات سے مطابقت اور ہم آہنگی کے لئے جدید عالمی فلسفہ وتہذیب میں ردّ وبدل ضروری ہے اور یہی ہمارے درمیان اصل نکتہ اختلافی ہے۔دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ مطالبات ہمارے لئے نئے نہیں ہیں،ہم اس سے قبل بھی اس قسم کے مطالبات کا سامنا کر چکے ہیں۔حتیٰ کہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا یہ ایجنڈا خود جناب نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ان کے سامنے بھی پیش ہو چکا ہے۔اس لیے ہمیں اس ایجنڈے اور ان مطالبات پر ازسرِ نو غور کرنے اور ان کا کوئی نیا جواب تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔قرآن وسنت کے ذخیرے میں اور تاریخ کے ریکارڈ پر یہ مطالبات اور جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف سے دیئے گئے ان کے جوابات پوری طرح محفوظ وموجود ہیں اور ہماری رہنمائی کے لئے وہی کافی ہیں۔میں اس محفل میں ان میں سے صرف تین مواقع کا تذکرہ کروں گا۔جب جناب نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس طرح کے مطالبات رکھے گئے اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر نے ان کے دوٹوک جوابات مرحمت فرمائے۔یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ میں نے ان واقعات کا انتخاب جناب نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے دونوں ادوار سامنے رکھ کر کیا ہے۔ایک واقعہ مکی دور کا ہے جو محکومیت اور مظلومیت کا دور تھا اور کفار کے غلبے وقہر کا دور تھا اور دوسرے دو واقعات مدنی دور کے ہیں جب نبی اکرم ﷺ کو حاکم اور غالب کی پوزیشن حاصل تھی۔یہ اس لیے کہ ہمارے بعض دوست یہ کہتے ہیں کہ آپ اسلامی احکام وعقائد اس دور کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جب مسلمان غالب تھے اور اسلام کی حکمرانی قائم تھی آج وہ صورتحال نہیں ہے،اس لئے آج آپ دنیا سے اس لہجے میں بات نہ کریں۔آج دنیائے کفر غالب اور ہم مغلوب ہیں۔لہٰذا آج ہمیں غلبہ کے دور کی طرح کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔اس وجہ سے میں مظلومیت کے مکّی دور اور حکمرانی کے مدنی دور کے واقعات کی طرف توجہ دلا رہا ہوں ، یہ بتانے کے لیے کہ ہمارا لہجہ دونوں ادوار میں یکساں تھا اور حالات کی تبدیلی نے اسلام کے بارے میں ہمارے لہجے میں کبھی تبدیلی پیدا نہیں کی۔

مکی دور کا واقعہ یہ ہے کہ جو سیرت کی کم وبیش سبھی کتابوں میں مذکور ہے البتہ ’’الرحیق المختوم‘‘ میں یہ زیادہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ جب مکہ مکرمہ کے مشرکین جناب نبی اکرم ﷺ کو توحید کی دعوت سے روکنے کے لئے ہر حربہ میں ناکام ہو گئے تو ان کا ایک بڑا وفد جناب ابوطالب کی وساطت سے جناب نبی اکرم ﷺ سے ملا۔اس وفد میں ابوجہل،عتبہ،شیبہ اور دیگر اکابر قریش شامل تھے۔انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو پیش کش کی کہ آپ اپنا دین پیش کرتے رہیں لیکن ہمارے معبودوں کی نفی کرنا چھوڑ دیں۔اپنے خدا کی بات کریں مگر ہمارے بتوں کو باطل کہنا ترک کر دیں۔یہ ان کے نزدیک

اعتدال کی بات تھی اور وہ یہ پیش کش کر کے میانہ روی اور رواداری کا پیغام دے رہے تھے مگر نہ صرف یہ کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ''الکافرون'' کے نام سے مستقل سورت نازل کر کے قیامت تک کے لئے دوٹوک اعلان کر دیا کہ عقیدہ کے مسئلے میں کوئی رواداری نہیں ہے اور حق اور باطل کے درمیان کوئی میانہ روی نہیں ہے۔ حق کو حق کہنا اور باطل کو باطل کہنا ہی دین کی بنیاد ہے جس میں کوئی لچک نہیں ہوسکتی۔

دوسرا مکالمہ میں وہ پیش کرنا چاہوں گا جس میں نجران کے عیسائی رہنماؤں اور مذہبی پیشواؤں کے ساتھ جناب نبی اکرم ﷺ نے گفتگو فرمائی تھی۔ یہ حضرات مدینہ منورہ آئے تھے، ان سے مذاکرات ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کا بیٹا ہونے کے مسئلے پر گفتگو کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی تھی۔ اس کے بعد مباہلہ کی دعوت کی نوبت آئی اور بالآخر ایک معاہدے پر بات منتج ہوئی جس میں ان مسیحیوں نے اسلام قبول کرنے کی بجائے مسلمانوں کی رعیت کے طور پر رہنا منظور کر لیا۔

اس موقع پر جناب نبی اکرم ﷺ کے اس مکتوب گرامی کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں جو آپ ﷺ نے نجران کے سرداروں کو بھجوایا تھا اور جس کے نتیجے میں یہ وفد مدینہ منورہ آیا تھا۔ اس خط میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

''میں تمہیں بندوں کی عبادت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں۔''

اور جب مذاکرات اور مباہلہ کی دعوت کسی مثبت نتیجے پر نہیں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر قرآن کریم میں جناب نبی اکرم ﷺ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ:

''اے اہل کتاب! آؤ اس قدر مشترک کی طرف جو ہمارے اور تمہارے یہاں موجود ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض دوسرے بعض کو اللہ کے علاوہ رب نہ بنالیں۔''

گویا قرآن کریم نے توحید اور انسان پر انسان کی خدائی یا حکمرانی کی نفی کو آسمانی مذاہب کے درمیان قدر مشترک قرار دیا ہے جس پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا، پھر ان جملوں سے آگے قرآن کریم نے مسلمانوں کو یہ بھی حکم دیا کہ اگر اہل کتاب اس قدر مشترک کو نہ مانیں تو تم ضرور یہ اعلان کر دو کہ ہم اس پر بہر حال قائم ہیں۔ انسانوں کو انسانوں پر رب ماننے کا مطلب کیا ہے؟ اس پر میں بخاری شریف کی ایک روایت پیش کروں گا کہ حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تھے تو اس سے قبل وہ عیسائی تھے بلکہ عیسائیوں کے سردار تھے۔ انہوں جب نبی کریم ﷺ سے قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کے بارے میں دریافت کیا کہ اس میں کہا گیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب بنالیا تھا حالانکہ ہم نے تو ایسا نہیں کیا تھا اور نہ ہی ہم اپنے علماء اور مشائخ کو اپنا رب سمجھتے تھے۔

جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم حلال وحرام میں اپنے مشائخ اور علماء کو آخری اتھارٹی نہیں سمجھتے تھے کہ وہ جسے حلال کر دیں

وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیں وہ حرام ہے؟''

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ''ایسا تو تھا'' جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''انسانوں کو اپنے اوپر رب بنانے کا یہی مطلب ہے۔'' میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نجران کے عیسائی سرداروں کے نام جناب نبی اکرم ﷺ کے مکتوب میں انسانوں کی ولایت کی نفی، قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں انسانوں کی ربوبیت کی نفی اور اس کی جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اس تشریح کی روشنی میں بات کو سمجھیں تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ مسیحیوں کے ساتھ ان مذاکرات کے نتیجے میں قرآن کریم نے دو باتوں کو آسمانی مذاہب کے درمیان قدر مشترک قرار دیا ہے، ایک توحید اور دوسرا انسانوں پر انسانوں کی حکمرانی کی نفی اور پھر قرآن کریم نے واضح اعلان کیا ہے کہ ان دو باتوں پر سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔

جہاں تک حلال وحرام کا اختیار انسانوں کو دینے کا تعلق ہے، آج بھی مسیحی مذہب میں پوپ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس کو حلال کہہ دے، وہ حلال ہے اور جس کو حرام قرار دے، وہ حرام ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ان کی کونسل موجودہ ہے لیکن آخری فیصلے کا حق پوپ ہی کے پاس ہے جبکہ اسلام میں اس کا تصور نہیں ہے اور جس چیز کو قرآن نے صراحتاً حرام قرار دیا ہے، کسی کے پاس اس کو حلال کرنے کا اختیار نہیں ہے حتیٰ کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب اپنی ذات کے لیے شہد کو ممنوع قرار دیا تھا تو قرآن کریم میں پوری سورت اتاری گئی جس میں یہ کہا گیا کہ ایک چیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال قرار دی ہے تو آپ اسے اپنے اوپر کیوں حرام کر رہے ہیں؟ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو اپنی قسم توڑنا پڑی۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو لوگ ہم سے احکام شریعت میں ردّ وبدل اور ترمیم کا مطالبہ کرتے ہیں وہ دراصل اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ جس طرح مسیحیت میں پوپ کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ وہ بائبل کی تشریح اور کسی مسئلہ کی تعبیر میں کوئی نیا مؤقف اختیار کر سکتے ہیں اور اس کے مطابق فیصلہ دے سکتے ہیں جو حتمی ہوتا ہے اسی طرح شاید مسلمان علماء کرام کو بھی اختیارات حاصل ہیں کہ وہ جب چاہیں کسی شرعی حکم میں ردّ وبدل کر لیں' حالانکہ ایسا نہیں۔ ہمارے ہاں پیغمبر آخرالزماں ﷺ کا یہ اختیار تسلیم نہیں کیا گیا کہ وہ اپنی ذات کے لئے کسی حرام کو حلال کر سکیں تو اور کسی کے لیے یہ حق تسلیم کیسے کیا جا سکتا ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مخلوقات میں سے کسی کو حلال وحرام میں رائے اور فیصلہ کا اختیار دیتے تو جناب نبی اکرم ﷺ سے زیادہ کوئی اس کا مستحق نہیں تھا۔ اس لیے ہمارے ہاں حلال وحرام کا وہ دائرہ جو قرآن کریم میں نص صریح کے ساتھ واضح ہے اس میں ردّ وبدل کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے اور اگر کوئی کرنے کی کوشش بھی کرے گا تو اس کی بات چلے گی نہیں۔ اس لیے کہ قرآن کریم اصلی اور محفوظ حالت میں جوں کا توں محفوظ ہے اور اس کے الفاظ اور معانی تک کسی بھی مسلمان کو رسائی حاصل ہے۔ بائبل کی بات دوسری ہے کیونکہ وہ اصلی حالت میں موجود نہیں ہے اس لیے اس کی کوئی تعبیر و تشریح نئے سرے سے کر دی جائے تو وہ چل سکتی ہے اور چل جاتی ہے۔ لیکن قرآن کریم کے کسی حکم میں ردّ وبدل کی کوئی کوشش قرآن کریم کے متن اور سنت نبوی کی صورت میں اس کی تشریح کی موجودگی میں سرے سے چل ہی نہیں سکتی اور نہ آج تک چل سکی ہے۔

تیسرا مکالمہ جس کا تذکرہ میں یہاں ضروری سمجھتا ہوں، بنوثقیف کا ہے جو طائف کے باشندے تھے اور یہ امر واقعہ ہے کہ فتح مکہ اور فتح حنین کے بعد طائف کا سترہ روز تک محاصرہ کرنے کے باوجود جناب نبی اکرم ﷺ طائف کو فتح نہیں کر سکے تھے اور بنوثقیف کا ایک وفد خود مدینہ منورہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تاکہ بات چیت کر کے پوری قوم کی طرف سے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر سکے۔ اس وفد نے طائف کی پوری آبادی کی طرف سے اسلام قبول کرنے کی پیش کش کی لیکن اس کے ساتھ کچھ شرطیں عائد کر دیں جن کا تذکرہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ''سیرت النبی'' میں اور مولانا عبدالرؤف دانا پوری رحمہ اللہ نے ''اصح السیر'' میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ ان کی پہلی شرط یہ تھی کہ ان کا پرانا معبود ''لات'' ان کے لیے بہت قابل احترام ہے اس لیے اسے توڑا نہ جائے اور باقی رہنے دیا جائے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے یہ شرط مسترد کر دی اور فرمایا کہ ''لات'' ہر حال میں توڑا جائے گا۔ انہوں نے کچھ عرصہ کے لیے اسے باقی رکھنے کے لیے کہا تو نبی اکرم ﷺ نے یہ مطالبہ بھی مسترد کر دیا اس پر انہوں نے کہا کہ اگر اسے توڑنا ضروری ہے تو اس کا بنوثقیف کو ذمہ دار نہ بنایا جائے، ہم اسے نہیں توڑ سکیں گے۔ اسے نبی اکرم ﷺ نے قبول فرما لیا اور کہا کہ میں اپنے آدمی بھیج کر اسے تڑوا دوں گا چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیج کر جناب نبی اکرم ﷺ نے اس بت کو مسمار کرا دیا۔

بنوثقیف کی دوسری شرائط یہ تھیں کہ انہیں:

(۱) نماز کی پابندی سے مستثنیٰ رکھا جائے۔

(۲) وہ شراب کا کاروبار نہیں چھوڑ سکیں گے اس لیے کہ طائف انگوروں کا علاقہ ہے اور شراب کے بغیر ان کی معیشت متأثر ہوگی۔

(۳) وہ سود کا لین دین ترک نہیں کریں گے اس لئے کہ دوسرے قبائل کے ساتھ ان کی تجارت سود کے ساتھ ہوتی ہے اور اسے چھوڑ کر ان کی تجارت قائم نہیں رہ سکے گی۔

(۴) ان سے زنا کو ترک کرنے کا مطالبہ بھی نہ کیا جائے کیونکہ ان کے ہاں شادیاں بہت دیر سے ہوتی ہیں نوجوانوں کا گزارہ نہیں ہوتا۔

آگے بڑھنے سے قبل میں ایک سوال کرنا چاہوں گا کہ اسلام قبول کرنے کے لیے ہماری آج کی شرائط کیا ہیں؟ فرد کی حیثیت سے تو ہم سب بحمد اللہ مسلمان ہیں مگر سوسائٹی اور معاشرہ کی حیثیت سے اسلام قبول کرنے میں ہماری آج کی شرائط ان سے مختلف نہیں ہیں۔ مگر ایک فرق ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے ان کی یہ شرائط مسترد کر دیں تو بنوثقیف کو فیصلہ کرنے میں صرف ایک رات لگی اور دوسرے روز انہوں نے اپنی شرائط واپس لے کر غیر مشروط طور پر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا لیکن ہم اٹھاون برس سے اس تذبذب میں ہیں اور فیصلہ نہیں کر پا رہے کہ سوسائٹی اور قوم کے طور پر اسلام کو قبول کرنے میں اپنی شرائط پر نظر ثانی کر سکیں اور بنوثقیف کی طرح اس حقیقت کا ادراک کر سکیں کہ اسلام تو جب بھی قبول

کرنا ہوگا غیر مشروط قبول کرنا ہوگا، قرآن وسنت کے احکام کو من وعن تسلیم کرنا ہوگا۔

ہمارے بعض دوست جب یہ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب! کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا اور آج عالمی برادری کے ساتھ ایڈجسٹ ہونے کے لیے ان مطالبات کے حوالہ سے کچھ لچک تو بہرحال دکھانا ہوگی تو مجھے ان دوستوں کے بھول پن پر ہنسی آتی ہے، ایک بار میں نے اس سوال پر عرض کیا کہ چلو عالمی مطالبات پر ہم ایک ''ترمیمی بل'' بنا لیتے ہیں جس میں دوسرے مذاہب کو باطل قرار دینے سے گریز، ہاتھ کاٹنے اور کوڑے مارنے کی سزاؤں میں تبدیلی اور عورت اور مرد میں مکمل مساوات کے امور شامل ہوں مگر کوئی مجھے یہ بتادے کہ اس ''ترمیمی بل'' کو منظور کرنے کی مجاز اتھارٹی کون سی ہے؟ کیونکہ یہ احکام قرآن کریم سے تعلق رکھتے ہیں اور قرآن کریم کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے وحی بھیجتے آرہے تھے وہ احکام نازل بھی کرتے تھے اور ان میں تبدیلی بھی کردیتے تھے۔ آسمانی احکام وقوانین میں ترامیم اور ردّوبدل کا سلسلہ ہزاروں سال تک جاری رہا لیکن جب قرآن کریم کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی وحی مکمل ہونے کے ساتھ ہی وحی کا دروازہ بند کردیا اور کنکشن بھی یہ کہہ کر آف کردیا کہ اب قیامت تک انہی احکام پر عمل ہوگا۔ اس لیے اگر قرآن کریم پر ایمان ہے اور ہدایت وفلاح کا وہی مدار ہے تو اس کے احکام کو جوں کا توں ماننا ہوگا۔ اس میں کسی دوسری رائے یا دوسرے راستے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بہرحال اعتدال پسندی اور روشن خیالی کے نام پر علماء کرام اور اہل دین سے عملی طور پر جن باتوں کا مطالبہ کیا جارہا ہے ان کے بارے میں کچھ گزارشات پیش کردی ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائیں اور دین حق پر استقامت کی توفیق سے نوازیں۔ (آمین یارب العالمین)

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان

ابن امیر شریعت
حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

29 دسمبر 2005ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

شاہ بلیغ الدین

ماں کا مرتبہ

خچر پر ایک بوڑھی بزرگ خاتون سوار ہیں۔ساتھ ساتھ ایک صاحب پیدل چل رہے ہیں......ادب سے،احترام سے،رکاب تھامے ہوئے!راہ چلتے ان صاحب کو دیکھتے ہیں تو جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔کوفے کے بازار ہی میں لوگ انہیں دیکھ کر ادب سے دُہرے نہیں ہوجاتے تھے بلکہ دور دور تک یہی حال تھا۔اسلامی دنیا میں ہر جگہ ان کا بڑا نام تھا۔ان کو انتقال کئے ساڑھے گیارہ سو برس سے زیادہ ہوئے آج بھی ساری دنیا میں ان کا نام عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔بزرگ خاتون کو خچر پر بٹھا کر چلتے چلتے وہ کوفے کی ایک گلی میں رک گئے۔یہاں زرقہ نامی ایک واعظ رہتے تھے۔بزرگ خاتون کے پہنچنے پر زرقہ باہر نکل آئے۔محترم خاتون اور مردِ باوقار کو دیکھا تو پوچھا......کیسے زحمت فرمائی؟مردِ باوقار نے کہا......ایک مسئلہ ہے اس پر آپ کی رائے چاہیے۔زرقہ نے کہا......آپ کے ہوتے ہوئے میری رائے کی کیا اہمیت ہے؟انہوں نے کہا......میں نے یہ فتویٰ دیا تھا لیکن ارشاد ہوا کہ میں زرقہ سے بھی پوچھونگی!زرقہ نے کہا......حضرت!جو فتویٰ آپ نے دیا ہے بالکل صحیح ہے۔خاتون نے فرمایا......اب گھر چلو میری تسلی ہوگئی۔

یہ بزرگ خاتون اور مردِ باوقار......ماں بیٹا تھے۔والدہ شکی مزاج کی تھیں۔بیٹے کی بات کو وہ کچھ زیادہ اہمیت نہ دیتی تھیں۔کئی بار ایسا ہوا کہ بیٹے کو بلایا اور حکم دیا......جاؤ یہ بات عمرو بن ذر سے پوچھ آؤ۔بیٹا ہر کام چھوڑ کر عمر بن ذر کے پاس جاتا اور مسئلہ بیان کرتا۔وہ عذر بیان کرتے' بھلا میں آپ کے سامنے کیا فتویٰ دے سکتا ہوں۔کہاں آپ کا علم اور کہاں مجھ جیسے چلتے ہوئے واعظ کی معلومات!جواب ملتا......نہیں مجھے والدہ کا حکم ہے کہ آپ کی رائے پوچھ آؤں آپ اپنی رائے بتادیں۔اکثر ایسا ہوتا کہ عمرو بن ذر کو جواب معلوم نہ ہوتا ادب سے عرض کرتے کہ......حضرت!آپ ہی اس کا جواب بتادیں تو میں اسے دہرادوں۔لائق وفائق بیٹا مسئلے کا جواب بتاتا عمرو بن ذر اسے دہراتے اور سعادت مند بیٹا اسی دہرائے ہوئے جواب کو ماں کی خدمت میں پہنچاتا کہ یہ عمرو بن ذر کی رائے ہے ماں مطمئن ہوجاتیں تو بیٹے کو بھی خوشی ہوتی لحہ بھر کو بھی یہ خیال نہ آتا کہ میرے درس میں ہزارہا لوگ شریک ہوتے ہیں اور ایک دنیا مجھ سے استفادہ کرتی ہے مگر والدہ محترمہ میرے علم کی قدر نہیں کرتیں۔انہیں کبھی یہ خیال نہ ستاتا کہ ان کا بڑا مرتبہ ہے۔انہیں چھوٹے چھوٹے ملاؤں کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ماں کی خوشی کو وہ ان سب باتوں پر ترجیح دیتے تھے اور اشارتاً بھی کبھی اپنی والدہ سے یہ عرض نہ کرتے کہ وہ کچھ ان کے وقار کا بھی خیال رکھیں......یہ سعادت مند بیٹے حضرت امام ابوحنیفہ تھے۔ایک مرتبہ حضرت اسماؓ دوڑی دوڑی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔حضرت اسما' حضرت عائشہؓ کی بہن تھیں لیکن ان کی والدہ الگ تھیں۔عرض کیا......یارسول اللہ ﷺ!میری ماں مجھ سے ملنے مدینہ آئی ہیں میں ان سے کیسا سلوک کروں؟حضرت اسماؓ نے یہ بات اس لئے پوچھی تھی کہ ان کی والدہ مسلمان نہ ہوئی تھیں اسی لئے حضرت ابوبکرؓ نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔ارشاد نبوی کا مطلب کچھ یہ تھا کہ......ماں باپ مسلمان ہوں یا کافر ان کا ادب کرو'ان کی خدمت کرو ہمیشہ ان سے نرمی اور محبت سے پیش آؤ۔

سورۃ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا......وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

اَسّی بچوں کی اجتماعی قبر

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی طرف نیچے اترتے ہوئے راستے میں ایک پہاڑی پر بائیں طرف ایک سکول تھا۔ خوبصورت لان، سرسبز و شاداب پودے، قطار اندر قطار چنار کے درخت، چشمے کی رَل تھرل، رنگ برنگ کے پتھر، صاف ستھرے کمرے، چہچہاتے پرندے، ہنستے مسکراتے بچے، اب وہاں مٹی کا ڈھیر ہے۔ جس کے ایک کنارے پر ایک نوجوان خاموش، سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھا ہے۔ اس کے چہرے پر دُکھ کی کوئی پرچھائیں نہیں، کرب کا کوئی اظہار نہیں۔ وہ ہر چیز سے لاتعلق، مسلسل اس ڈھیر پر نظریں جمائے بیٹھا ہے۔ اس نوجوان سے پوچھا گیا، مٹی کا یہ ڈھیر کیسا ہے؟ اس نے بتایا یہ سکول کے بچوں کی قبر ہے۔ یہاں بائیں طرف سکول کی عمارت تھی، میں اس سکول کا ٹیچر ہوں۔ آٹھ اکتوبر' دو ہزار پانچ' ہفتے کے دن' صبح آٹھ بجے اسمبلی ہوئی، بچے کلاسوں میں چلے گئے۔ میرا کوئی پیریڈ نہیں تھا، میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ سٹاف روم میں آ گیا۔ پہلا پیریڈ ختم ہوا، یکا یک ایک جھٹکا لگا۔ میں باہر کی طرف بھاگا، ایک خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگے۔ نیچے سے زمین ہل رہی تھی، اوپر سے گرتے ہوئے مکانوں اور ٹوٹتے ہوئے پہاڑوں کے ملبے کی بارش تھی۔ گرد و غبار کے بادل تھے، ایک قیامت کا سماں تھا۔ بس پھر کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ سکول، نہ عمارت، نہ بالاکوٹ، نہ اس کے مکان، نہ بازار، نہ دکانیں، نہ ہوٹل۔ دریائے کنہار کی شاہ اسماعیل شہید مسجد بھی شہید ہو چکی تھی، پورا شہر ایک ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ دور پار ایک پہاڑی پر میرا گھر تھا، جو اَب نہیں ہے۔ مَیں نے اپنے ساتھی اساتذہ اور معصوم بچوں کی چیخیں سنیں اور کچھ نہ کر سکا، صرف اَسّی بچوں کی لاشیں نکالی جا سکیں۔ یہ مٹی کا ڈھیر انہی بچوں کی اجتماعی قبر ہے...... کتابیں اور بستے بکھرے ہوئے ہیں، ڈیسک اور بینچ، اُلٹے پڑے ہیں، غم زدہ مائیں آتی ہیں، پاگلوں کی طرح بال کُھلے ہیں، آنکھیں پتھرائی ہوئی ہیں، کاپیاں اور بستے دیکھتی ہیں صبر اور دکھ کے زرد آنچل میں سارے درد چھپائے ہوئے روتے روتے ہنس پڑتی ہیں۔ ہنستے ہنستے رو پڑتی ہیں۔ مجھ سے کہتی ہیں ''ماسٹر جی! ابھی سکول میں چھٹّی نہیں ہوئی۔ مَیں کب سے اپنے لال کا انتظار کر رہی ہوں۔'' انہیں کیا خبر کہ موت کے سکول میں چھٹّی نہیں ہوتی۔ مَیں بدقسمت' غم و الم کا تشنّج سہنے کے لیے زندہ ہوں...... کاش! مَیں بھی ان بچوں کے ساتھ مر گیا ہوتا!

صاحبزادہ طارق محمود*

مونگ میں قادیانی عبادت گاہ پر حملہ

منڈی بہاؤالدین کے نواحی گاؤں مونگ میں ۷/اکتوبر کی صبح قادیانی عبادت گاہ پر تین نامعلوم موٹر سائیکل سواروں کی فائرنگ سے آٹھ قادیانی ہلاک اور بیس زخمی ہوگئے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق موضع مونگ میں واقع قادیانی عبادت گاہ بیت الذکر میں فجر کے وقت متعدد قادیانی اپنی عبادت میں مصروف تھے کہ تین نامعلوم افراد نے ان پر اندھا دھند فائرنگ شروع کردی۔ مرنے والوں میں پانچ افراد کا تعلق ایک ہی خاندان سے بتایا جاتا ہے۔ صدر مملکت جنرل پرویز مشرف اور وزیراعظم شوکت عزیز کی جانب سے دہشت گردی کے اس واقعہ کی مذمت کی گئی ہے۔ ملزمان کی گرفتاری کے لیے حکام بالا کو ہدایت کی گئی ہے اور متاثرہ خاندان سے اظہار تعزیت کیا گیا ہے۔ پنجاب کے وزیراعلیٰ پرویز الٰہی نے قادیانی عبادت گاہ پر فائرنگ کے واقعہ پر گہرے دکھ اور رنج والم کا اظہار کیا ہے۔ وزیراعلیٰ نے ہلاک شدگان کے لواحقین کے لیے ایک ایک لاکھ روپے جبکہ زخمیوں کے لیے پچاس ہزار روپیہ فی کس دینے کا اعلان کیا ہے۔ ملک بھر کی مقتدر سیاسی دینی شخصیات نے دہشت گردی کے اس واقعہ کی پرزور مذمت کی ہے۔

دہشت گردی کسی مذہب کے خلاف ہو یا مسلک کے خلاف قابل مذمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے اہم سیاسی دینی قائدین نے کھلے دل کے ساتھ اس واقعہ کی مذمت کی ہے۔ قادیانی عبادت گاہ پر حملے کا یہ پہلا واقعہ ہے۔ جس میں آٹھ قادیانی ہلاک ہوئے۔ جبکہ ہلاک شدگان میں ایک ہی خاندان کے پانچ افراد شامل ہیں۔ قادیانی گروہ، مسلمانوں کے مقابل علیحدہ قوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۱۹۷۴ء کی پارلیمنٹ نے ایک آئینی ترمیم کے ذریعے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ بعدازاں ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے ذریعے انہیں مسلمانوں کی طرز پر عبادت گاہوں، اذان، کلمہ سے روک دیا گیا تھا۔ اپنے مخصوص مذہبی عقائد اور مسلمانوں کے مقابل مذہبی تشخص کے باوجود قادیانی جماعت نے نہ تو ۱۹۷۴ء کا پارلیمنٹ کا فیصلہ قبول کیا اور نہ ہی امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کو تسلیم کیا۔ حالانکہ قادیانیوں کے کفر پر وفاقی شرعی عدالت، سپریم کورٹ، مختلف صوبائی کورٹس نے پارلیمنٹ کے تاریخی فیصلہ پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ قادیانی اس کے باوجود اپنے آپ کو مسلم کہلوانے اور مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں۔

قادیانی جماعت کی آئین اور قانون سے بغاوت اور مذموم تبلیغی سرگرمیوں کے باوجود ان کے خلاف میدانِ

---

* مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت

عمل میں سرگرم جماعتوں، تنظیموں نے کبھی اشتعال انگیزی اختیار نہیں کی۔ چناب نگر، قادیانیوں کا ہیڈ آفس ہے۔ ان کی عمارات پر کلمہ طیبہ کے آویزاں بورڈ، امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کی کھلی خلاف ورزی کے زمرے میں آتے ہیں۔ یہ آئین اور قانون کی دھجیاں اڑانے کے مترادف ہے۔

قادیانیوں کے اسی مرکز میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور (مجلس احرار اسلام) سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کرتی ہے جس میں ملک بھر سے ہزاروں عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ شریک ہوکر عقیدۂ ختم نبوت سے قلبی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ قادیانی جماعت کی مسلسل قانون شکنی اور اشتعال انگیزیوں کے باوجود عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور (مجلس احرار اسلام) نے صبر و تحمل اور بردباری سے کام لیا ہے۔ ورنہ ایسے موقع پر حکومت اور انتظامیہ پر دباؤ ڈال کر ان کی جانب سے لکھے گئے کلمے مٹوائے جاسکتے ہیں۔ قادیانیوں کو ۹۰ سال کی طویل جدوجہد کے نتیجہ میں غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا گیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں دس ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک میں نصف صد مسلمان شہید ہوئے۔ جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے اوّلین قائدین پر امن جدوجہد کے قائل تھے۔ وہ خون لے کر نہیں، دے کر مقدس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے تھے۔

وطن عزیز ایک طویل عرصہ تک مذہبی دہشت گردی میں مبتلا رہا ہے۔ ابھی تک وہ سلسلہ جاری ہے۔ خاص طور پر مساجد اور امام بارگاہوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ ہزاروں افراد مارے گئے اور ہزاروں ہی متاثر ہوئے۔ دہشت گردی کے اس دور میں کبھی کسی قادیانی عبادت گاہ کو نہ تو نشانہ بنایا گیا اور نہ ہی قادیانی جماعت کے قائدین میں سے کسی کو ہلاک کیا گیا۔ موضع مونگ منڈی بہاؤالدین کا نواحی گاؤں ہے۔ منڈی بہاؤالدین کبھی بھی قادیانی مسلم کشیدگی کا پوائنٹ نہیں بنا۔ یکا یک ایک ایسے مقام پر دہشت گردی کے واقعہ کا رونما ہونا حکومت اور انتظامیہ کے لیے لمحہ فکریہ رکھتا ہے۔

بلاشبہ اس واقعہ کے ملزمان منظر عام پر آنے چاہئیں۔ حکام بالا اور پولیس افسران کو بلاوجہ بعض مخصوص علمائے کرام کو شامل تفتیش کرنا مناسب نہیں۔ تفتیشی افسران کو علم ہونا چاہیے کہ قادیانی جماعت اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ قادیانی جماعت کے اندر گروہ بندی ہے اور قادیانی جماعت کے اندرونی اختلافات منظر عام پر موجود ہیں۔ قیادت کے جھگڑے نے قادیانی جماعت کا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔

ہم ان تفصیلات میں گئے بغیر حکام بالا سے یہ بھی عرض کریں گے کہ وہ اس امر پر بھی غور کریں کہ وقوعہ میں ایک ہی خاندان کے پانچ افراد مارے گئے ہیں۔ کہیں یہ ذاتی دشمنی کا شاخسانہ تو نہیں؟ ہم حکومت، انتظامیہ اور پولیس حکام سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے تفتیش کریں گے اور اصل حقائق کو منظر عام پر لائیں گے۔

مختار احمد کاشفؔ

منقبت بارگاہ خلیفۂ راشد، امیر المومنین

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

نبی نے جس کو دعا دی یہی امیر ہے وہ
عرب کا مردِ خرد مند و باضمیر ہے وہ

بنو اُمیّہ کا چشم و چراغ ہے بے شک
وفائے حُبّ نبی کا مگر اسیر ہے وہ

وہ جانتا ہے کہ حُبّ نبی ہے اصلِ اصول
سپہرِ عدل و کرم کا مہِ منیر ہے وہ

وہ جس کے عزم میں کوہِ شبیر کی ہمت
جو اس کی بات ہے پتھر کی اک لکیر ہے وہ

فریب و مکرِ عدو سے ہے ہوشیار تمام
سبا ئیوں کے لیے بَرَہنہ نذیر ہے وہ

امینِ سرّ رسول و نقیبِ صلح و اتحاد
خصالِ نیک کا مجموعِ دلپذیر ہے وہ

نماز جس کی نمازِ رسول کی تصویر
ہر اعتبار سے لاریب بے نظیر ہے وہ

صحابیوں کی نظر میں رفیقِ صدق و صفا
قرار و قلب و نگاہِ جوان و پیر ہے وہ

وہ راویانِ حدیثِ رسول کا سچا
کدیورانِ سیاست میں بھی کبیر ہے وہ

وہ عبقریِٔ زمانہ ہے اس کو مت بھولو
فریب خوردہ امامت (۱) کا دستگیر ہے وہ

●

وہ کیوں نہ اپنے نشانے پہ ٹھیک جا بیٹھے
نگاہِ ختمِ رسل کی کماں کا تیر ہے وہ

فصیلِ شہرِ خلافت کی آہنی دیوار
عمرؓ کو ناز ہے جس پر یہی امیر ہے وہ

علیؓ سے اس کو رہی ہے مُنافَسَت لیکن
جہان مُزد(۲) و عمل کا فقط اجیر ہے وہ

معاویہؓ پہ نزولِ سلامتِ حق ہو
کلیجہ قیصرِ قسطنطنیہ کا شق ہو

---

(۱) عامتہ الناس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دھوکہ بازی کرتے رہے۔ اسی طرح سبائی اور خوارج بھی۔ ایسے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام کی سرحدوں کو مضبوط و محفوظ رکھا۔

(۲) یہ جہاں کارگاہ ہے، دار العمل ہے۔ نیک لوگ نیکی کی کوشش کرتے ہیں۔

ہے جس سے خوف زدہ سطوتِ بزنطینی — وہ حدّ تیغ عرب ہے 'نگاہِ شوخ اس کی
ہے جس کے وصف میں رطب اللّساں ابوالدرداءؓ — فقیہِ ملت بیضا ، فقیرِ بیتِ نبی
اکیلا ایک وہ قیساریہ کا فاتح ہے — تحمل اس کا ہے روح و روانِ دارائی
حکومت اس کی دماغوں پہ ہے دلوں کی بجائے — نبی کے ایک صحابی نے خوب حد کر دی
وہ ہار کر بھی ہے صِفّیں کا معرکہ جیتا — ''معاویہ کی اطاعت کرو'' کہے یہ علیؓ

●

وہ آسمانِ ہدایت کا اک ستارہ ہے — چمک رہا ہے برابر مگر ہے لو دھیمی
وہ طمطراق میں دیکھو عرب کا کسریٰ ہے — بقولِ اعمشِ دانا ' ہے عصر کا مہدی
نوازتا ہے کنانہ(۱) کی ایک عورت کو — سخی کا فعل کہو اِس کو یا خرد مندی
وہ اک مرقع ہے دنیا میں دین و دانش کا — جھلک ہے اس میں شکوہِ جم و سلیماں کی
نبی نے اس سے امنگیں جو کی تھیں وابستہ — بصد دیانت و اِخلاص اس نے کیں پوری

ہمیں بتاؤ کہ آئندہ ایک کیوں کر ہوں؟
یہ مت بتاؤ کہ پُرخاش باہمی کیا تھی

تمام جڑ کی خرابی ہے لوط بن یحیٰ — کہ جس نے آتشِ جنگ خوب خوب بھڑکائی
دروغ گو ہے یہ پکا ، روایتیں اس کی — سراپا کذب و دروغ و فریب و مکاری
دروغ گوئی میں اس کے شریک اور بھی ہیں — ہے سخت جھوٹا روایت میں راویٔ کلبی (۲)

معاویہ و علی دونوں رہنما اپنے
جو بات کام کی ہے لو، ملے وہ جس سے بھی

ہے ایک زاہد و قانع تو دوسرا ہے صُبور — مگر یہ دونوں قریشی ہیں پاکباز و جری
یہ قتلِ ابن عدی(۳) سے ہوا عیاں سب پر — کہ آگ ہوئی ہے فتنے کی کس طرح ٹھنڈی

۱۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیروکار' جس کی بہادری کو دیکھ کر سیدنا معاویہ رضی اللہ نے اس کو بلایا اور اس کو منہ مانگا انعام دیا۔
۲۔ ابوخباب کلبی
۳۔ یہ فساد فی الارض کا مرتکب ہوا تھا۔ لہٰذا خانہ جنگی سے بچنے کے لیے اس کا قتل ادنیٰ تھا۔

نبی نے خلعتِ شاہی عطا کیا اس کو
تو کیوں نہ کرتا بلند اس قدر خدا اس کو
علی کے بعد میں گرویدہ ہوں کسی کا اگر — امیرِ شام ہے وہ ، ہند کا ہے لختِ جگر

●

نبی کے بعد وہ ماں کی دعاؤں سے ہے پلا — بڑا ہے نیک یہ بیٹا بنو اُمیہ کا
ہر ایک قول ہے اس کا محکِ خوف و رجا — تبسم اس کا دلیل رضائے ربِّ عُلا
وہ بابِ علم پر کرے نہ کیوں دستک؟ — کہ اپنے قول کا سچا ہے فعل کا ہے کھرا
فقیہِ عہدِ صحابہؓ ، معاصرِ حیدرؓ
امیرِ عسکرِ افواجِ ساقیِ کوثر

●

عرب کو اس کی فصاحت بیانیوں پہ غرور — ادب کے صفحوں کی تحریر جس سے ہے پر نور
ہے کام آئی اسی کی حمیّتِ دینی — کہ ارضِ قبرص و قسطنطنیہ اپنی ہوئی

●

خلافت اس کی ملوکیّتِ سلیماں رنگ — کہ جس کے رعب سے ہے روم کی حکومت دنگ
وہ قائدانہ صلاحیتوں کا ہے موسوعہ — نبی کی نیک تمناؤں کا ہے مجموعہ
ہے جس کو پاس ہمیشہ حقوقِ انساں کا — ہو کیوں نہ بالا نشیں گلستانِ رضواں(۱) کا
ملاحظہ جو کریں سلسلہ قرابت کا — معاویہ کا تو پھوپھا علی کا ہے چچا
معاویہ کے تحمل نے کی رعایا سے — رعایت ایسی مثال اس کی پھر کبھی نہ ملے
وہ ہے عروج و کمالِ بشر کا شیدائی
اسی سے سیکھئے اسلوب و فن دارائی
بنو مغیرہ ہیں دونوں اُمیّہ و ہاشم — خدا کی دین مگر شاہی و خلافت ہے

---

(۱) ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا معاویہؓ کے لیے یوں دعا کی: ''اے اللہ! اس کو داخل جنت کر''

ہوئی ہے اس سے عقیدت شہنشہِ چیں کو　　وہ چینِ عصر کا جو مرکزِ طبابت(ا) ہے
معزز اس کی نظر میں ہیں ہاشمی زادے　　یہ اس کی خانگی دانائی و شرافت ہے
ہے اس کے قصر کی زینت زخارفِ دنیا　　مگر وہ نازشِ اربابِ دین و حکمت ہے

عرب ہے کاٹتی تلوار، اس کی دھار ہے وہ
علیؓ کے بعد سیادت کی ذوالفقار ہے وہ

غلو سے کام نہیں مجھ کو اے حریفِ نظر !　　بس ایک بات کہ خورشید کو کہا خورشید
دلوں میں روگ نہیں پالتا عداوت کا　　ہے مومنوں کے لیے امتحاں زیاد و یزید
ہے ناقدانِ ادب میں بلند مقام اس کا　　وہ شعر و نثر پہ کرتا ہے با اثر تنقید
میسر آئے جو اک لمحہ اس کی صحبت کا　　تو سیکھ لیجیے سلیقہ ذرا مروّت کا

نبی کے فیض کا پرُوردہ ہے ادب ! کاشفؔ
ہمارے طعن سے آزردہ ہے ادب ! کاشفؔ

●

تم اس میں عیب نہ ڈھونڈو کہ وہ صحابی ہے
وہ تخت و تاج کے لائق ہے کیا خرابی ہے
گلِ حجاز ہے وہ اس کی بُو نرالی ہے
مگر یہ بات کہ بُو اس کی خوب اچھی ہے

●

چلے جو بادِ مخالف پہاڑ بن جائے　　کوئی بھی آئے مقابل وہ شخص تن جائے
کوئی بھی اس کے ارادوں کا رُخ نہ موڑ سکے　　کوئی بھی اس کی عزیمت ذرا سا نہ توڑ سکے
صحابیوں کے زمانے کا نابغہ وہ ہے　　عرب کے چار سیانوں میں اک بڑا وہ ہے

(ا) اس زمانے میں چین طبابت کا مرکز تھا۔ خاقانِ چین نے معاویہؓ کو تحفے اور علمی کتب ارسال کیں۔ یزید کا بیٹا خالد اسی علم کا خزانہ دار تھا اور یہ پہلا مسلمان طبیب و فلسفی تھا۔

وہ اہلِ شام کا متبوع و حاکمِ عادل نظامِ عدل و مساوات کا دھڑکتا دِل
خدا کی دیر پسندی کا ایک پَرتَو ہے خدا کے صبر و تحمل کا جلوۂ نَو ہے
ہر ایک مشکل و مُعضَل (۱) کا حل ہے پاس اس کے جو سب کے کام بنائے وہ کل ہے پاس اس کے
علی فقیہِ شریعت ہے بات سچی ہے فقیہِ دین و سیاست معاویہؓ (۲) بھی ہے

●

وہ دے برائی کا بدلہ ہمیشہ نیکی سے کرشمے ہیں یہ دبستانِ ارضِ طیبہ کے
وہ بارگاہِ نبوت کا ایک ادنیٰ غلام مگر یہ ہیبت ! شہ روم لرزہ براندام
نبی کا پیارا صحابہ کی آنکھ کا تارا
یہ شان دیکھئے سبحان ربّیَ الاعلیٰ
ہے کاتبانِ پیامِ خدا میں نام اس کا صحابیوں میں ہے کتنا بلند مقام اس کا
نگاہِ ختمِ رسل میں ہے وہ پسندیدہ علیؓ بھی جس کی حَصافت (۳) پہ حیرت آمادہ

●

سیاسی نقد و بصر ہے، نہیں ہے سب و شتم معاویہؓ کی سیاست خدا کی لاٹھی ہے
معاویہ نہیں ' مجرم سبائی فرقہ ہے اگرچہ سب کی زباں پر علیؓ علیؓ ہی ہے
یہ ساری حاشیہ بازی مؤرخوں کی ہے وگرنہ بات حقیقت میں مختصر سی ہے
علیؓ (۴) نے جس کو بھی چاہا ملا نہیں اس کو معاویہؓ کو سیاست میں کامیابی ہے
معاویہ ؓ کو لگی اجتہاد کی غلطی (۵) علیؓ بھی فکر و نظر کے لیے تحدّی ہے
کھلیں جو ہونٹ علیؓ کی صفت بیانی کو لبوں کو چومتی میمِ معاویہؓ بھی ہے
کوئی اطاعت شعارِ علیؓ ہوا نہ کبھی ہوئی ہے فرقہ پرستی فقط بنامِ علیؓ

(۱) سیدنا علی رضی اللہ عنہ فقہی مسائل کے حل میں مشہور ہیں جبکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیاسی مشکلات کے ماہر۔ انہیں ابوالمُعضَلات کہا جاتا تھا۔
(۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ فقیہ تر تھے مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بہتر سیادت والے۔ ان میں حکومت کرنے کی صلاحیت زیادہ تھی۔
(۳) حصافت: رائے کی عمدگی (۴) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے: أُعصَی و معاویة یُطاع ......لوگ میرے نافرمان مگر معاویہ کے مطیع ہیں۔ (تاریخ الخلفاء) (۵) یہ لوگوں کی باتیں ہیں' دونوں حق پر تھے۔

یہی وہ بات ہے جس کا ثمر یہی دیکھا
معاویہؓ کو سزاوارِ سرداری دیکھا

●

وہ ذاکرینِ خدا کا جلیسِ نیک اختر(۱) مجاہدوں کے عساکر میں پہلے نمبر پر
نگاہِ شوخ ، عقابی صفات رکھتا تھا نظر ملا کے ارادوں کو بھانپ لیتا تھا
شبِ سیہ میں ستاروں کی چال چلتا تھا مگر وہ دن کے اُجالے سے روشنی پاتا
''مشاورت میں ہمیشہ کرو شریک اس کو'' کہیں صحابہ سے ختم الرسل' قسم بہ خدا (۲)
امیر بحرِ عساکر ، ابوالفتیٰ ، قرشی نشانِ سطوتِ سالارِ مُرسلاں اموی
وہ فتحِ مکہ سے پہلے ہوا مسلماں تھا(۳) دل اس کا خواجۂ یثرب کے گھر کا درباں تھا
حنین پہلا قدم تھا جہاد میں اس کا وہ ' آخرینِ صفِ کاتبانِ قرآں تھا

●

سلام سیدِ ختم الرسل کی خدمت میں سلام آلِ شہنشاہِ کل کی خدمت میں
سلام عِترتِ پاکیزہ محمد پر
سلام ناصرِ (۴) دینِ خدا کی مرقد پر

---

(۱) ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کی محفل سے مخاطب ہوکر کہا کہ اللہ اپنے فرشتوں میں ان کی عبادت گزاری پر فخر کرتا ہے۔اس محفل میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

(۲) سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر (رضی اللہ عنہما) رسولِ اکرم ﷺ نے یہی مشورہ دیا تھا۔

(۳) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے والدین سے خفیہ طور پر مسلمان ہوئے۔۷ھ عمرۃ القضاء میں نبی کریم ﷺ نے آپ کو طلب فرمایا اور سر مبارک کے بال آپ سے کٹوائے۔۸ھ فتح مکہ کے موقع پر اسلام کا اعلان کیا۔

(۴) الناصرلدین اللہ۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔

عینک فریمی

زبان میری ہے بات ان کی

- ❑ نیٹو کی فوج کو ۹۰ دن میں جانا ہوگا۔(شیخ رشید)
- ● ۹۰ دن بعض اوقات گیارہ سال پر محیط ہوجاتے ہیں!
- ❑ بخشی خانے کا اہل کار پیسے لے کر ملاقات کراتے ہوئے پکڑا گیا۔(ایک خبر)
- ● پیسے نہ لے کر ملاقات کراتا تو یہ تعجب کی بات تھی!
- ❑ وزراء نے ہیلی کاپٹروں پر متاثرہ علاقوں کے دورے شروع کردیئے جس سے مسائل میں اضافہ ہوا۔(انصار برنی)
- ● ورنہ پروٹوکول اور تصویریں کھنچوانے کا قومی اور فلاحی کام متاثر ہوتا!
- ❑ جہادی تنظیمیں، فوج سے پہلے مدد کو پہنچیں۔(صدر پرویز مشرف)
- ● جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے!
- ❑ مارگلہ کی ناقص تعمیر کے الزام میں تین افراد کے ریڈ وارنٹ۔انٹرپول سے رابطہ۔(ایک خبر)
- ● اور پورے ملک کے اوورسیئر، ایس ڈی او، ٹھیکیدار اور ایکسیئن بے شک کھُل کھیلتے رہیں۔کوئی بات نہیں!
- ❑ لاہور، شوہر نے عید کے لیے بچوں کے نئے کپڑے مانگنے پر بیوی کو زہر دے دیا۔(ایک خبر)
- ● اور غربت کا گراف نیچے آگیا۔
- ❑ مظفر آباد میں پولیس کا متاثرین پر لاٹھی چارج، متعدد زخمی، کئی گرفتار، چار لڑکیاں اغوا۔(ایک خبر)
- ● مرے کو مارے شاہ مدار!
- ❑ انسانی حقوق کی یورپی عدالت نے ترکی میں حجاب پر پابندی کے خلاف اپیل مسترد کردی۔(ایک خبر)
- ● کہ مسلم اُمّہ کے خلاف، ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں
- ❑ کرزئی نے طالبان کو مفاہمت کی پیشکش کردی۔(ایک خبر)
- ● دیا دُکھ بتوں نے تو خدا یاد آیا!

اختر راہی

قادیانی استدلال پر ایک نظر

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۰ء کے اواخر میں ''فتح اسلام'' تالیف کی اور اس کی اشاعت ۱۸۹۱ء کے آغاز میں لدھیانہ سے ہوئی۔ یہ پہلا رسالہ تھا جس میں مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر کیا اور اپنے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا' اسی سال کی دو تالیفات ''توضیح مرام'' اور ''ازالہ اوہام'' میں اپنے دعویٰ کو بار بار دہرایا۔ ''ازالہ اوہام' میں مرزا صاحب نے الہاموں کے ساتھ ساتھ ''اعداد جمل'' سے اپنی حقانیت ثابت کرنا شروع کی اور باطنی داعیوں کا انداز اختیار کیا' وہ لکھتے ہیں:

> ''مجھے کشفی طور پر مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ نام ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی' اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا غلام احمد نام نہیں بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہ محض اسرار اعداد حروف تہجی میں میرے پر ظاہر کر دیتا ہے۔''
>
> (ازالہ اوہام ص ۹۰)

۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب نے ایک رسالہ بنام ''نشان آسمانی'' لکھا' اس رسالہ کا مقصد بالفاظ مرزا صاحب یہ تھا:

> ''ان چند اوراق میں ان بعض اولیاء اور مجاذیب کی شہادتیں درج ہیں' جنہوں نے ایک زمانہ دراز اس عاجز سے پہلے اس عاجز کی نسبت خبر دی۔'' (نشان آسمانی ص ۱۱)

مرزا صاحب نے نشان آسمانی میں جن ''اولیاء و مجاذیب'' کی شہادتیں درج کی ہیں وہ مجہول گلاب شاہ اور معروف شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی ہیں۔ مرزا صاحب نے شاہ نعمت اللہ ولی کے معروف قصیدہ سے استدلال کیا ہے۔

سید نور الدین معروف بہ شاہ نعمت اللہ ولی بن سید میر عبداللہ ۲۲ رجب ۷۳۰ھ ۱۱ مئی ۱۳۳۰ء کو قصبہ کو بنان کرمان میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب امام موسیٰ کاظمؒ سے ملتا ہے۔ موصوف ۲۴ سال کی عمر میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور امام عبداللہ یافعی کے حلہ ارادت میں داخل ہوئے تھے۔ ان ہی سے خلافت حاصل کی۔ اپنے شیخ طریقت کی وفات پر مکہ معظمہ سے سمرقند' ہرات اور بزد سے ہوتے ہوئے ہامان' (کرمان سے آٹھ فرسخ پر ایک گاؤں) میں مقیم ہوئے اور وہیں ۲۲ رجب ۸۳۴ھ' ۵ اپریل ۱۴۳۱ء کو فوت ہوئے۔ (تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے ''احوال و آثار شاہ نعمت اللہ

شاہ کرمانیؒ'' تالیف مرزا ضیاء الدین بیگ)

شاہ نعمت اللہ ولی فارسی زبان کے کامیاب شاعر اور مؤلف تھے'انہوں نے تصوف کے موضوع پر عربی اور فارسی میں بیسیوں تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ان کے رسائل کا مجموعہ ''مجمع الاشعار'' (الرسائل) ہے جس میں ۱۲۵ رسائل ہیں۔ ان کے ۲۷ رسائل کا مجموعہ ''رضوان المعارف الالہیہ'' کے نام سے طبع ہو چکا ہے جناب احمد نزوی صاحب نے ان کے ۱۴۶ فارسی رسائل کا تعارف کرایا ہے۔ (فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی جلد دوم دوحصے) شاہ صاحب کا دیوان چند بار طبع ہو چکا ہے۔

شاہ نعمت اللہ ولی کا قصیدہ ''قدرت کردگاری بینم'' بہت معروف ہے اور بارہا طبع ہو چکا ہے۔ مرزا صاحب نے اس قصیدے کے بعض اشعار کی تاویل وتشریح کرتے ہوئے اسے اپنے دعویٰ کے حق میں استعمال کیا ہے۔ مگر انہوں نے قصیدے کے بارے میں جو اطلاعات دیں' درست نہیں ہیں۔

مرزا صاحب نے قصیدہ ''الاربعین فی احوال المہدیین'' کے آخر سے نقل کیا ہے۔ یہ کتابچہ انہیں منشی محمد جعفر تھانیسری مرحوم سے ملا تھا۔ (تائید آسمانی ص۵۰۴) ''الاربعین فی احوال المدیین'' ۱۲۲۸ء میں کلکتہ سے طبع ہوا تھا اور ایک عرصے سے نایاب ہے۔ چوہدری محمد حسین ایم اے نے مرزا صاحب کی تالیف ''نشان آسمانی'' کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا تھا:

''کیا حضرات مرزائیہ یہ رسالہ دکھا کر مسلمانوں کو ممنونِ احسان کریں گے؟ تاکہ مرزا صاحب کی (قصیدے کی) نقل اور اس اصل کا مقابلہ ہو سکے'' (کاشف مغالطہ قادیانی ردنشان آسمانی ص۴۴)

''الاربعین فی احوال المہدیین'' کو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (م۱۲۴۶ھ) کی تالیف قرار دیا جا رہا ہے' دوست محمد شاہد صاحب اور پیام شاہجہان پوری صاحب نے ''الاربعین'' کے ساتھ چھپے ہوئے قصیدے کے عکس دیئے ہیں (ماہنامہ الفرقان ربوہ جنوری ۱۹۷۲ء حیات اسماعیل شہید پیام شاہ جہانپوری) دونوں حضرات کا دعویٰ ہے کہ ''الاربعین'' صرف ایک بار ۱۲۶۸ھ میں مصری گنج کلکتہ سے طبع ہوئی ہے' مگر ان کے دیئے ہوئے عکس ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

''الاربعین فی احوال مہدیین'' کیا واقعی شاہ اسماعیل شہیدؒ (م۱۲۴۶ھ) کی تالیف ہے؟ اس سوال کا حتمی جواب اس وقت تک نہیں دیا جا سکتا جب تک اصل نسخہ پیش نظر نہ ہو' تاہم شاہ اسماعیل شہیدؒ کے سوانح نگاروں' مرزا حیرت دہلوی اور مولانا غلام رسول مہر نے ''الاربعین'' نام کی کسی کتاب کو ان کی تالیف قرار نہیں دیا۔ البتہ اسی نام کی ایک تالیف مولانا ولایت علی صادق پوری (م۱۲۶۹ھ) کے شجاعتِ قلم میں سے ہے جو رسائل تسعہ (مطبوعہ' مطبع' فاروقی دہلی) میں موجود ہے۔

''الاربعین'' کے آخر میں طبع شدہ قصیدہ (شاہ نعمت اللہ ولی) میں کئی اغلاط موجود ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ناشر نے اپنی طرف سے قصیدہ شامل کر دیا تھا اور تحقیق کی زحمت گوارا نہ کرتے ہوئے شاہ نعمت اللہ ولی کا تعارف لکھا۔ شاہ نعمت اللہ ولی کا تعارف ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

''نعمت اللہ ولی کہ مرد صاحب باطن واز اولیا کامل در ہندوستان مشہور اند وطن اوشاں در اطراف دہلی است۔ زمانہ شاں پانصد وشصت ہجری ز دیوانِ اوشان معلوم می شود۔'' (عکس قصیدہ مطبوعہ الاربعین مشمولہ الفرقان ربوہ جنوری ۱۹۷۲ء)

اسی اندراج کے حوالے سے مرزا صاحب نے لکھا:

''واضح ہو کہ نعمت اللہ ولی رہنے والے دلی کے نواح کے اور ہندوستان کے اولیا کاملین میں سے مشہور ہیں ان کا زمانہ پانسو ساٹھ ہجری ان کے دیوان کے حوالے سے بتلایا گیا ہے۔''

(نشان آسمانی ص ۲۲)

جناب دوست محمد شاہد صاحب (مؤرخ احمدیت) نے مرزا صاحب کے بیان کو درست ثابت کرنے کی خاطر لکھا ہے کہ اس قصیدے کا انتساب شاہ نعمت اللہ کرمانی کی طرف کرنا غلط ہے۔ (الفرقان ربوہ۔ جنوری ۱۹۷۲ء ص ۱۱، ۱۲)

دوست محمد شاہد کا یہی مضمون معمولی ردوبدل کے ساتھ مشہور ومعروف پیشگوئیاں حضرت شاہ نعمت اللہ کے ٹائٹل سے طبع ہوا البتہ بطور مؤلف قمر اسلام پوری کا نام درج ہے۔ (لاہور مکتبہ پاکستان ص ۲۷)

The Poem is not to be found at all lithographed edition. (A literary History of Persix Vol 111- P468)

حالانکہ یہ قصیدہ دیوان شاہ نعمت اللہ ولی کے اکثر خطی نسخوں میں موجود ہے۔ نسخہ خطی مکتوبہ ۸۳۲ھ (کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد) میں بھی یہ قصیدہ موجود ہے جو شاہ صاحب کی زندگی میں لکھا گیا تھا، پروفیسر براؤن نے اس شاہ نعمت اللہ ولی کا قصیدہ قرار دیا ہے:

When I visited the Sainet's shriue I took the trouble to obtion from one of the dervishes a copy of the poem from the oldest trusworthy mamuscript in their possession.(A Literary History of persia Vol:3,no.465)

رضا قلی خان نے مجمع الصفحا (تالیف: ۱۲۸۴ھ) میں شاہ نعمت اللہ ولی کے حالات میں اس قصیدے کے ۲۴ اشعار نقل کئے ہیں جن میں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔ دیوان شاہ نعمت اللہ ولی کے مطبوعہ (ایران) ایڈیشن میں بھی قصیدہ موجود ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ ''شاہ نعمت اللہ دہلوی'' نام کے کسی شاعر کا دیوان نہیں ملتا، بعض اہل قلم نے یہ قصیدہ ''شاہ نعمت اللہ ہانسوی'' کی طرف منسوب کیا ہے جو درست نہیں۔

شاہ نعمت اللہ ولی کے مذکور قصیدے کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف خطی اور مطبوعہ نسخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قصیدے میں ایک شعر یہ ہے۔

عین و رِا والی چوں گزشت ازسال
بوالعجب کاروبار می بینم

(A Literary History of persia Vol:III P.no 405)

بابیون نے ''ظہور باب'' کی تصدیق کے لیے ''عین وراوالی'' کو''عین ورادال'' بنا رکھا ہے۔ایک نسخہ میں یہ حروف ''عین زاذال'' ہیں (نسخہ خواجہ عبدالغنی بحوالہ کاشف مغالطہ قادیانی ص ۳۷) مجمع الصفحاء میں ''عین ورادال'' ہیں۔ (مجمع الصفحاء جلد۲' ص ۹۱)

یہی شعر مرزا صاحب نے اپنے ماخذ کے حوالے سے کسی غور وفکر کے بغیر یوں نقل کیا ہے:

عین ورے سال چوں گزشت ازسال
بو العجب کاروبار می بینم
(نشان آسمانی ص ۲۳)

''سال چوں گزشت ازسال'' بے معنی ہے۔کتابت کی غلطی س ''دال'' کی جگہ ''سال'' ہو گیا ہے مگر مرزا صاحب نے اس بے معنی مصرعے سے نتائج اخذ کر لیے ہیں۔نیز حرف ''را'' کو''رے'' لکھنا بھی کاتب کی غلطی ہے مگر مرزا صاحب کی ''پنجابیت'' نے اسے بھی پسند جواز بخش دی۔ایک دوسرا شعر یہ ہے:

میم حامیم دال می خوانم
نامِ آں نامدار می بینم

(A literary History of persia Vol :III P,467)

مرزا صاحب کے ہاں ''میم حامیم دال'' کی جگہ ''اح میم ورال'' (نشان آسمانی ص ۲۸) ہے۔قصیدے کے مختلف نسخوں میں اشعار کی تعداد کم وبیش ہے۔نیز اگر ایک نسخے میں کوئی شعر دوسرا ہے تو دوسرے نسخے میں وہی پانچواں ہوسکتا ہے تشریح وتعبیر میں ہر شارح نے اپنی کہانی مکمل کرنے کی خاطر اشعار کو آگے پیچھے کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی۔

جہاں تک تعبیر وتاویل کا تعلق ہے۔یہ بھی وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہی ہے۔مرزا صاحب نے ''اپنے عظیم الشان مجدد'' ہونے کے لیے اسے استعمال کیا ہے۔(دیکھئے نشان آسمانی ص ۲۳) تو منشی محمد جعفر تھانیسری مرحوم نے اس کا مصداق سید احمد شہید بریلویؒ کو قرار دیا ہے۔

شاہ نعمت اللہ ولی کے نام سے دو مزید قصیدے معروف ومتداول ہیں۔ان میں سے ایک کا پہلا شعر یہ ہے:

پارینہ قصہ شویم از تازہ ہند گویم
افتاد قرن دویم کے افتاد از زمانہ

دوسرا قصیدہ ''راست گویم بادشاہے در جہاں پیدا شود'' سے شروع ہوتا ہے۔ان قصائد میں داخلی شہادتیں موجود ہیں' جو ان کے وضعی و جعلی ہونے پر دال ہیں مگر برصغیر کے سادہ دل اور خوش عقیدہ لوگ وقتاً فوقتاً انہیں شائع کرتے رہتے ہیں۔جعلی قصائد اور ان کی تشریح و توضیح کے لیے ملاحظہ ہوں:

☆ حبیب اللہ شاہ' حقیقت قیام پاکستان بتوفیق بشارت' ☆ سرور نظامی' پیشگوئی حضرت نعمت اللہ شاہ ولی ☆ سعید بن وحید الہامی پیشگوئیاں' ☆ عبدالصبور طارق سید' حضرت شاہ نعمت اللہ کی ساڑھے آٹھ سو سال پیشگوئیاں' ☆ قمر اسلام پوری' مشہور معروف پیشگوئیاں حضرت نعمت اللہ ولی ☆ ہنٹر ڈبلیو ڈبلیو ہمارے ہندوستانی مسلمان (ترجمہ)۔کتابیات:

ابوالحسن علی ندوی' قادیانیت' ادارہ نشریات اسلام لاہور (۱۹۶۶ء)' احمد منزوی' فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی جلد دوم' مؤسسہ ہنگی منطقائی تہران (۱۳۴۹ش) براؤن ای جی. A literary History of persia Vol:111 کیمبرج یونیورسٹی پریس کیمبرج (۱۹۵۰ء) بشارت احمد ڈاکٹر' مجدد اعظم جلد اول' انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور (۱۹۳۹ء) پیام شاہ جہانپوری' حیات شاہ اسمٰعیل شہید' لاہور حبیب اللہ شاہ' حقیقت قیام پاکستان' بتوفیق بشارت دیندار انجمن حزب اللہ کراچی (س۔ن) دوست محمد شاہد' حضرت نعمت اللہ ولی اور ان کا اصلی قصیدہ' بشمولہ ماہنامہ ''الفرقان'' ربوہ ماہ جنوری ۱۹۷۲ء' رضا قلی خان مجمع الصفحاء جلد دوم' مؤسسہ قاپ وانشارات امیر کبیر تہران (۱۳۳۹ش) سرور نظامی ایچ ایم' پیشگوئی' حضرت نعمت اللہ ولی' دارالعلوم درویشہ کھڑیانوالہ (س۔ن) سعید بن وحید الہامی پیشگوئیاں' دیندار انجمن کراچی (۱۹۶۸ء ضیاء الدین بیگ مرزا' احوال و آثار حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی' مؤلف کراچی (۱۹۷۵ء) عبدالصبور طارق سید' حضرت شاہ نعمت اللہ کی ساڑھے آٹھ سو سال پیشگوئیاں' مشہور روزنامہ ''جنگ'' راولپنڈی' بابت ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۱ء غلام احمد قادیانی' نشان آسمانی الشرکۃ السلامیہ ربوہ (۱۹۵۶ء) قمر اسلام پوری مشہور و معروف پیشگوئیاں حضرت نعمت اللہ ولی' مکتبہ پاکستان لاہور (۱۹۷۲ء محمد جعفر تھانیسری منشی' تائید آسمانی در رد نشان آسمانی' اختر ہند پریس ہال بازار امرتسر (۱۸۹۲ء محمد حسین چوہدری' کاسف مغالطہ قادیانی' گلزار ہند پریس لاہور (۱۹۲۱ء) نعمت اللہ ولی کرمانی شاہ' دیوان شاہ نعمت اللہ ولی' کتاب فروشی محمد حسن علمی تہران (۱۳۳۶ھ) ولایت علی صادقپوری رضوان المعارف الالہیہ کتاب فروشی' فردوسی تہران (س۔ن) مجموعہ رسائل تسعہ مولانا ولایت علی' مطبع فاروقی دہلی (س۔ن) ہنٹر ڈبلیو ڈبلیو ہمارے ہندوستانی مسلمان (ترجمہ) اقبال اکیڈمی لاہور (۱۹۴۴ء)۔

شیخ راحیل احمد (جرمنی)

مرزا قادیانی

ہائے اس ستم گر کو کیا کہیں؟

رسول کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ کے بعد ان کی زندگی میں ہی جھوٹے مدعیان نبوت سامنے آئے جن میں سب سے پہلا مسیلمہ کذاب تھا اور مسیلمہ سے لے کر اب تک بہت سے ائمہ تلبیس گزرے ہیں اور ان میں بعض بظاہر بہت پرہیزگار تھے، بعض بہت علم والے تھے، بعض مقتدر تھے یعنی حکمران تھے، بعض بہت اخلاق والے تھے اور بعض مسمریزم وغیرہ قسم کے علم جانتے تھے، بعض نے بڑی سخت ریاضتیں کیں اور ان ریاضتوں کی وجہ ان کو خیال پیدا ہوا یا شیطان نے ان کے دل میں ڈال دیا کہ ان کو کوئی مقام حاصل ہو گیا ہے، اور بعض مالیخولیا کی وجہ سے خبط عظمت میں مبتلا ہو کر روحانی بلندیوں کے دعوے کرتے رہے، بعض صرف مال اکٹھا کرنے کے لالچ میں جعلی تقدس کی چادر اوڑھ کر لوگوں کے سامنے آئے۔ بعض ایک کی بجائے زیادہ وجوہات اور خواہشات کے تحت مدعی نبوت ہوئے۔ غرضیکہ مختلف لوگوں نے مختلف وجوہات کی بنا پر نبوت کے دعوے کئے۔ لیکن ایک بات سب میں مشترک ہے کہ وہ اپنے اردگرد لوگوں کو اکٹھا کرنا جانتے تھے۔ لیکن لوگوں نے ان کو پہچانا کیسے کہ یہ جعلی مدعیان نبوت تھے؟ بنیادی طور پر تو ایک مسلمان کے لئے اتنا ہی یقین کافی ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں یعنی آخری نبی اللہ ہیں اور انکے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، لیکن بعض قرآنی آیات و احادیث کی غلط تشریحات کرنیوالوں کے لئے اور غیر مسلموں کے لئے اللہ تعالٰی نے کچھ معیار بھی سامنے رکھ دئے کہ اگر تمہیں ایک بات کی سمجھ نہ آئے تو یہ انتہائی سادہ اور ہر ایک کی سمجھ میں آنے والے معیار ہیں ان پر کسی بھی مدعی نبوت کو جانچ کر تم حقیقت کا ادراک کر سکتے ہو۔ ان میں سب سے پہلے تو لوگوں کے سامنے حضرت محمد ﷺ کی زندگی کھلی کتاب کی طرح ایک نمونہ ہے، دوسرے قرآن کریم نے بعض ایسی علامات بتائیں ہیں جو کہ کسی مومن میں نہیں ہوتیں، تو سوچا بھی نہیں جا سکتا کسی ولی میں بھی ہوں، اور نبی کا مقام تو کہیں اعلیٰ وارفع ہے۔ اور احادیث میں رسول کریم ﷺ نے ان باتوں کو اللہ تعالےٰ کے حکم کے تحت مزید کھول کر بیان کیا ہے تاکہ سمجھنے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ رہے۔ انہی علامتوں میں ایک بڑی اہم علامت منافقت ہے، جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومن منافق نہیں ہوتا، بلکہ ایک شریف آدمی بھی منافق نہیں ہو سکتا، پھر نبی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔

رسول کریم ﷺ نے منافق کی کیا نشانیاں بیان کی ہیں، ''حدیث شریف میں رسول کریم ﷺ سے مروی ہے کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں پائی جائیں وہ پکا منافق ہے، (۱) جب امانت سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (۲) بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۳) وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ (۴) اور کسی سے جھگڑے تو گالیاں دے''۔

جس طرح ہر دور میں مدعیان نبوت پیدا ہوتے رہے، اور سادہ لوح یا مفاد پرست انکے مرید بنتے رہے لیکن

مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہمیشہ ایسے مدعیان نبوت کو دھتکارتی رہی، اسی طرح آج کے دور میں مرزا غلام احمد آف قادیان مدعی نبوت ہوئے، اور کچھ سادہ لوح، کچھ مفاد پرست انکے ٹولے میں شامل ہوئے لیکن مسلمانوں کی ایک بہت ہی بھاری تعداد نے انکو رد کر دیا ہے۔ چونکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ مسلماں ہیں اور رسول کریم ﷺ کے (نعوذ باللہ) ثانی اور مکمل تصویر ہیں، یقیناً قادیانیوں کو اس بات پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے جب ہم پیچیدہ تشریحات کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے سیدھے اور سادہ طریق سے جائزہ لیں کہ آیا مرزا صاحب ایک مومن بھی تھے یا نہیں اگر وہ ایک مومن بھی ثابت ہو جاتے ہیں تو پھر انکے اگلے روحانی مقامات اور اسکے بعد انکے دعووں پر غور ہو سکتا ہے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ مرزا جی کا انگریزوں کی سر پرستی میں بویا ہوا یہ فتنہ، اُمت مسلمہ میں آج تک اس قسم کے پیدا ہونے والے فتنوں میں سب سے زیادہ ہمہ گیر، وگہرا، اور اُمت کے دشمنوں کو بہت پیارا ہے، اور یہ فتنہ چونکہ آج کے حالیہ دور میں بھی عالمی طاقتوں کی پشت پناہی، تعاون، اپنے پروپیگنڈہ مشینری کیساتھ مسلمانوں کا لباس پہن کر ایک بڑا گہرا اور سخت خطرہ بن چکا ہے، اسلئے ضروری ہے کہ اس کا سادہ طریق سے تجزیہ کیا جائے جو ہر ایک انسان کی سمجھ میں آجائے، تاکہ مسلمان ان کے ہتھکنڈوں اور پروپیگنڈہ سے محتاط ہو سکیں، اور عین ممکن ہے کہ اس مافیا کے جال میں پھنسے ہوؤں کے لئے بھی خدا تعالےٰ ان سادہ باتوں کو ہدایت کا ذریعہ بنا دے، آمین۔ اور یہ ممکن ہی نہیں کہ جھوٹے مدعیان نبوت میں اس قسم کی ایک یا زیادہ علامات نہ پائی جائیں جو کہ ایک مومن کی شان کے بھی خلاف ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کی کئی وجوہات بیان کی جاتی ہیں، مال و دولت کے لئے، مالیخولیا و مراق، غیر ملکی آقاؤں کی سر پرستی، ازدواجی و دوسرے معاملات میں ناکامیاں، اور اس قسم کے الزام ایسے ہی نہیں لگے بلکہ ایسے واضح شواہد موجود ہیں جنکے نتیجے میں مرزا صاحب کی ذات پر یہ الزامات لگتے رہے ہیں، اور ان ثابت شدہ الزامات کے نتیجہ میں نبوت کے جعلی ہونے کے جواز کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اور اسپر نہلے پر دہلا کے مصداق مرزا صاحب کا کوئی ایک یا دو تین دعاوی نہیں بلکہ مرزا صاحب کی نسلوں کی طرح بیشمار ہیں۔ مرزا صاحب کے دعووں کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں کہ وہ ''ملہم، مجدد، مامور، مثیل مسیح، مسیح ابن مریم، مسیح موعود، مہدی موعود، محدث، نبی ظلی نبی، بروزی نبی، شرعی نبی، تمام الہامی صحیفوں کی پیشگوئیوں کا مورد، خدا کا پہلوان نبیوں کے چوغہ میں، تمام نبیوں کی خوبیوں کا مجموعہ، تمام نبیوں کا مثیل، کرشن ردر گوپال، آریوں کا بادشاہ ہیں، اور اسی قسم کا دعووں کا سفر خاتم الانبیاء وغیرہ وغیرہ سے ہوتے ہوئے خدا کے بیٹے اور پھر خدائی کے دعویٰ تک پہنچتا ہے (دعووں کی تعداد جو میں نے کتابوں سے نوٹ کئے ہیں، ایک سو سے زیادہ ہے)۔ جس شخص کے اتنے دعوے ہوں اور وہ بقول مرزا صاحب کے رسول کریم ﷺ کی پیروی اور اتباع کی وجہ سے ہیں تو یقیناً ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم ان کے دعووں کا قرآنی اور احادیث کے معیار سے جائزہ لیں، لیکن اس مضمون میں ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں اس لئے آج ہم منافق کی نشانیوں کے تحت جائزہ لیں گے کہ کہیں مرزا صاحب ان کی زد میں تو نہیں آتے، لیکن اس موضوع کے تحت بھی جائزہ ایک کتاب کا مواد چاہتا ہے جو کہ یہاں ممکن نہیں اس لئے ہم صرف مختصر طور پر ہی اس کا جائزہ لیں گے لیکن یہ مختصر جائزہ

بھی انشاءاللہ تعالیٰ موضوع کے تقاضوں پر کسی حد تک پورا اترے گا۔ اب ہم منافق کی جو چار بڑی نشانیاں حدیث شریف میں ہیں، ہر ایک کے نشانی کے تحت مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

(۱) امانت:

''منافق کی پہلی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ ''جب امانت سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے''

اب جن صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ دراصل محمد ﷺ ہی ہیں اور مادر شکم سے ہی وہ مسیح ہیں (نعوذ باللہ)، انکا کردار کیا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کی عمر تقریباً ۲۵ برس تھی، مگر شادی شدہ اور دو بچوں کے باپ تھے، اسکا مطلب ہے کہ برے بھلے کی تمیز تھی، مرزا صاحب کے والد صاحب نے ان کو سرکاری خزانے سے اپنی پنشن لینے کے لئے بھیجا، جو کہ سات سو روپے تھی اور یہ پنشن انکے خاندان کا کم وبیش سال بھر کا خرچ تھا، اور خاندان میں ان کے والدین، انکے بھائی اور انکے بیوی بچے، انکے اپنے بیوی بچے اور ملازمین، اس کے علاوہ غالباً کچھ اور لوگ بھی متعلقین میں شامل تھے (نہ بھی ہوتے تو فرق نہ پڑتا، کیونکہ یہاں سوال صرف امانت میں خیانت کا ہے)۔ مرزا صاحب نے پنشن وصول کی اور چند دن میں ادھر ادھر اڑا دی اور اسکے بعد شرمندگی کی وجہ سے گھر میں نہیں آئے اور سیالکوٹ جا کر ملازمت کر لی۔ انکے بیٹے نے جو روایت لکھی ہے وہ اس طرح ہے، ''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا،۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دیکر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا، پھر جب سارا روپیہ اس نے اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ آپ اس شرم سے گھر واپس نہیں آئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اس لئے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے'' [سیرت المہدی، ج ۱/ص ۴۳/ روایت نمبر ۴۹، مصنفہ مرزا بشیر احمد]۔ اب آپ دیکھیں کہ مرزا امام الدین مرزا صاحب کا چچا زاد بھائی تھا اور ان کو اچھی طرح جانتے تھے، اور پھر یہ نہیں کہ اس واقعہ سے تعلق ختم ہو گیا بعد میں مرزا صاحب نے محمدی بیگم سے شادی کروانے کے عوض اس کو کچھ رقم بھی دینے کا وعدہ کیا تھا مگر وہ بیل ہی نہیں منڈھے چڑھی، مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ''امام الزماں کو مخالفوں اور عام سائلوں کے مقابل پر اس قدر الہام کی ضرورت نہیں جس قدر علمی قوت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ شریعت پر ہر ایک قسم کے اعتراض کرنے والے ہوتے ہیں، طبابت کی رو سے بھی، ہیئت کی رو سے بھی، طبعی کی رو سے بھی، جغرافیہ کے رُو سے بھی، اور کتب مسلمہ اسلام کی رو سے بھی اور عقلی بناء پر بھی''۔ [ضرورت الامام، رخ ص ۴۸۰/ ج ۱۳] اسی طرح مرزا صاحب کے بیٹے اور قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں ''مسیحیت یا نبوت کا دعویٰ کرنے والا اگر درحقیقت سچا ہے تو یہ امر ضروری ہے کہ اس کا فہم اور درایت اور لوگوں سے بڑھکر ہو'' [بحوالہ حقیقت النبوۃ ضمیمہ نمبر۳]۔۔ جسکا فہم اور درایت ۲۵ سال کی عمر میں، اور دو بچوں کے باپ ہونے کی حالت میں اتنی تھی کہ وہ ایک شخص کے ساتھ ساری عمر رہتے رہے اور اسکے کردار کو نہیں پہچان سکے (سگا چچا زاد بھائی تھا اور گھروں کے درمیان برائے نام دیوار

تھی)۔اور پھر اس کے ساتھ ''ادھر اُدھر'' پھرتے رہے اور ''روپیہ اڑاتے رہے'' مگر پتہ نہ چلا کہ کدھر پھرتے رہے اور روپیہ کہاں اڑتا رہا اور اس زمانے کا سات سو روپیہ کتنا ہوتا ہے آجکل کے حساب سے؟ کم وبیش بارہ تیرہ لاکھ روپیہ! کیا یہی درایت اور فہم ہو ہے امام الزمان کا؟ کیا یہی معیار امانت ہوتا ہے ایک امام الزمان کا؟ اب قارئین نے سیلف میڈ نبی کا کارنامہ دیکھ لیا کہ دوسرے کاموں کے علاوہ امانت کے ساتھ کیا کرتے تھے اور مرزا صاحب کی زندگی میں قبل دعویٰ اور بعد از دعویٰ خیانت کی کئی کہانیاں ہیں جنکا کوئی جواب مرزا صاحب یا انکی جماعت نہیں دے سکی، دوسری طرف رسول کریم ﷺ کے بروز ہونے کا مرزا صاحب کو دعویٰ ہے (نعوذ باللہ) انکے امانت کے قصے آج پندرہ سو برس گزرنے کے باوجود بھی سخت سے سخت دشمن کو بھی یہ کہنے پر مجبور کر دیتے ہیں اے محمد ﷺ! آپ نے امانت کی جو تابندہ مثالیں چھوڑی ہیں تا قیامت کوئی انکی نظیر پیش نہیں کر سکے گا۔ یہ فرق ہوتا ہے ایک سیلف میڈ نبی میں اور ایک خدا تعالیٰ کے فرستادہ میں!

(۲) جھوٹ:

منافق کی دوسری نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ ''جب بات کرے تو جھوٹ بولے''

مرزا جی کا دعویٰ شروع میں ملہم اور مجدد ہونے کا تھا، باقی دعوے آہستہ آہستہ شامل کرتے گئے، مجدد کی تعریف مرزا صاحب نے یہ لکھی ہے، جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخواں فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ ﷺ اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں.........اور خدا تعالیٰ کے الہام کی تجلی انکے دلوں پر ہوتی ہے اور وہ ہر ایک مشکل کے وقت روح القدس سے سکھلائے جاتے ہیں اور انکی گفتار و کردار میں دنیا پرستی کی ملونی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ کلی مصفا کئے گئے اور تمام وکمال کھینچے گئے۔ [فتح اسلام حاشیہ، روحانی خزائن جلد۳، صفحہ۷]۔ اپنی ذات کے بارے میں معصوم عن الخطا ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (۱) ''اللہ تعالیٰ مجھے غلطی پر ایک لحہ بھی باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور مجھے ہر ایک غلط بات سے محفوظ رکھتا ہے''۔ [نور الحق حصہ دوئم، رخ، ج۸/صفحہ۲۷۲]۔ (۲) میں نے جو کچھ کہا وہ سب کچھ خدا کے امر سے کہا ہے اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔ [مواہب الرحمن، ر۔خ، ج۱۹/صفحہ۲۲۱]۔ اس تعلیٰ آمیز تقدس کیساتھ مرزا صاحب اپنے آپ کو اہلسنت کے اجماعی عقائد کا علمبردار ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''اے برادران دین وعلمائے شرع متین! آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں، یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدائے تعالیٰ سے پا کر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر درج کر دیا تھا، جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہو گا، میں نے یہ دعویٰ ہر گز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں جو شخص میرے پر یہ الزام لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے''۔ [ازالہ اوہام، صفحہ۱۹۲، روحانی خزائن جلد۳]۔ اور اب اسی (خود ساختہ) تقدس کے ساتھ اور ملہم و مجدد کی حیثیت کیساتھ دعویٰ کرتے ہیں، ''اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس ہی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی

نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔[تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۵۸۷، روحانی خزائن جلد۲۲]۔اب دونوں تحریروں میں زمین وآسمان کا تضاد نظر آرہا ہے اور مرزا صاحب کا ہی مقدس ارشاد ہے کہ،''اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے''[ضمیمہ حقیقت الوحی، روحانی خزائن، ج ۲۲،ص ۱۹۱]۔اب مرزا صاحب کو مخبوط الحواس کہہ لیں یا جھوٹا، یہ قارئین پر منحصر ہے، کسی بھی صورت میں یہ شخص ان دعاوی کا حقدار نہیں، جو یہ کر رہا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں کے کلام میں تضاد نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح دجل سے کام لیکر مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا، اسکی بھی تھوڑی سی جھلک دیکھ لیں۔''خدا وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائیگا''،[ازالہ اوہام دوئم، رخ ص ۴۱۶/ ج ۳]۔''وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آیگا''،[ازالہ اوہام دوئم، رخ ص ۴۳۱/ ج ۳]۔''قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ نیا رسول ہو یا پرانا۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبریل ملتا ہے، اور باب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے''،[ازالہ اوہام دوئم، رخ ص ۵۱۱/ ج ۳]۔اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ''جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے''۔[براہین احمدیہ حصہ پنجم، رخ ج ۲۱،ص ۲۷۵] اس طرح لوگوں کی توجہ اپنے اصل عزائم سے ہٹاتے رہے، اسکے بعد اب آہستہ آہستہ بلی تھیلے سے باہر آتی ہے۔''یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کی جائے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے''[ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، رخ، ج ۲۱/ص ۳۵۴]۔ اسکے بعد جب لوگوں کا ردعمل دیکھتے ہیں تو اپنی طرف سے توجہ ہٹانے کے لئے پینترا بدلتے ہوئے فرماتے ہیں،''میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں، یہ آپکی غلطی ہے یا آپ کس خیال سے کہہ رہے ہیں، کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے نبی بھی ہو جائے (۲۶ مئی ۱۸۹۳ء)۔[جنگ مقدس، رخ، ج ۶/ص ۱۵۶]۔ جب کچھ عرصہ کے بعد لوگوں کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے تو پھر دعویٰ ٹھونک دیتے ہیں۔''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''، (۱۹۰۲)[دافع البلاء، رخ، ج/ص ۱۱]۔ اسکے ساتھ ہی لوگوں کے اعتراض پر وہی پرانی دلیل لے آئے جو مثیل مسیح کے دعویٰ کے وقت پیش کی تھی۔''خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے، ایسے الفاظ رسول مرسل اور نبی کے موجود ہیں......اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں۔(دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے''[ایک غلطی کا ازالہ، رخ، ج ۱۸/ص ۲۰۶]۔مثیل مسیح کے دعویٰ پر سات سال پہلے براہین احمدیہ میں شائع کئے ہوئے الفاظ دکھائے، اور نبوت کے دعویٰ کے وقت آخر بائیس قبل براہین احمدیہ میں شائع ہونے والے الفاظ دکھا رہے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ اگر براہین احمدیہ کے ان الفاظ کی اس وقت اگر کوئی اور تشریح نہ کی ہوتی تو مخالفت کا طوفان اسی وقت اٹھ کھڑا ہوتا، اس لئے کئی بار نبوت سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ مدعی نبوت پر لعنت بھیجی، اور اب آخر میں نہ صرف مکمل نبوت کا دعویٰ کر دیا بلکہ کہہ دیا کہ ۲۲ سال پہلے سے ہی لکھا ہوا ہے، اگر ۲۲ سال پہلے سے دعویٰ نبوت ہے تو درمیان میں

انکار کر کے جھوٹ کیوں بولا اور اگر کہیں کہ سمجھ نہیں آئی تو پھر بھی جھوٹ بول رہے ہیں کہ دعویٰ ہے کہ نبیوں کو انکی تعلیموں اور الہاموں کے متعلق بڑے قریب سے دکھایا جات ہے، تو یہ کیسا قریب سے دکھایا گیا کہ ۲۲ سال تک سمجھ ہی نہیں آئی اور یہ کیسا مجدد ہے کہ ۲۲ سال تک اسکو سمجھ ہی نہیں کہ کس غلطی کی اصلاح کرنی ہے؟

(۳) وعدہ خلافی

منافق کی تیسری نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ ''وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے''۔

براہین احمدیہ کی پچاس جلدیں لکھنے کا وعدہ کر کے اور جو قیمت پیشگی وصول کر لی تھی، چار جلدیں لکھ کر پیسے کو بغیر ڈکار مارے ہضم کر گئے، اور ۲۲/۲۳ برس تک مطالبہ کرنے والوں کو کوسنے اور گالیاں دیتے رہے، آخر ۲۲/۲۳ برس کے بعد پانچویں جلد لکھی اور اس میں یہ لکھ کر کہ پانچ جلدوں سے ہی پچاس جلدوں کا وعدہ پورا ہو گیا کیونکہ (اور الہامی حساب یوں بتایا کہ) پانچ اور پچاس میں ایک نقطے کا ہی تو فرق ہے اسلئے پانچ جلدوں سے ہی پچاس کا وعدہ پورا ہو گیا، اور جن تین سو کے قریب عظیم الشان دلائل کا وعدہ کیا، انکے اپنے بیٹے کے مطابق ان میں سے ایک بھی دلیل پوری نہیں لکھی گئی، یہ ایک تفصیلی موضوع ہے، جو یہاں ممکن نہیں۔ اکیلی براہین احمدیہ کی کہانی ہی خدا تعالےٰ کے نام کی ضمانت کیساتھ کی ہوئی وعدہ کی خلاف ورزیوں کی کلاسیکل کہانی ہے۔

لیکن مرزا صاحب کی ایک اور وعدہ کی خلاف ورزی کی مختصر کہانی: مرزا صاحب اور پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے درمیان مرزا صاحب کے دعاوی کی وجہ سے علمی بحث چلی، مرزا صاحب نے اپنی عادت کے مطابق بڑھ بڑھ کر باتیں شروع کر دیں، اور پیر صاحب کو تفسیر نویسی کا چیلنج دے دیا، مرزا صاحب فرماتے ہیں ''اگر میرے خدا نے اس مباحثہ میں مجھے غالب کر دیا اور مہر علی شاہ کی زبان بند ہو گئی۔ نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقائق ومعارف سورہ قرآنی میں سے کچھ لکھ سکے یا یہ کہ اس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہو گا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں ...... یاد رہے کہ مقام بحث بجز لاہور کے جو مرکز پنجاب ہے اور کوئی نہ ہو گا۔ اور اگر میں حاضر نہ ہوا تو اس صورت میں مَیں بھی کاذب سمجھا جاؤں گا''۔[مجموعہ اشتہارات ج۳/ص ۳۳۰ و ۳۳۱] اور مزے کی بات کہ اس چیلنج میں دوسرے بہت سے علماء کو بھی مخاطب کیا، اور ان کو بھی پیر صاحب کے ساتھ ہی چیلنج دے دیا۔ اب اس عظیم الشان چیلنج کا نتیجہ کیا نکلتا ہے اور یہ (خود ساختہ) ''خدا کا پہلوان نبیوں کے حلہ میں'' کس طرح کامیاب و کامران اور سرخرو ہو کر اس امتحان سے نکلتا ہے ؟ مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں ''یہ ایام ابتلا کے ایام ہیں، پھر فرمایا ''اس وقت جو بولتا ہے یہی بولتا ہے اور بیسیوں خط اطراف سے اس مضمون کے آتے ہیں کہ مہر علی شاہ نے مرزا صاحب کی ساری شرطیں منظور کر لیں، پھر وہ مقابلہ کے لئے کیوں نہ آئے''[ملفوظات، ج۲/ص ۱۱۸]۔ اور دوسری جگہ خود ہی لکھتے ہیں کہ ''میری نسبت کہتے ہیں کہ دیکھو اس شخص نے کس قدر ظلم کیا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب جیسے مقدس انسان بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے صعوبت سفر اٹھا کر لاہور میں پہنچے مگر یہ شخص اس بات پر اطلاع پا کر اپنے گھر کے کسی کوٹھے میں چھپ گیا''۔[مجموعہ اشتہارات، ج۳/ ۳۶۹ و ۳۷۰]۔ اب اس

خود ساختہ خدائی پہلوان کے عذرات سنئے لیکن مرزا صاحب کے عذر لنگ پڑھنے سے پہلے انکی ایک پیشگوئی کو ذہن میں رکھئے، مرزا صاحب فرماتے ہیں،''براہین احمدیہ میں میری نسبت خدا تعالےٰ کی یہ پیشگوئی ہے کہ قتل وغیرہ کے منصوبوں سے بچایا جاؤنگا'' [حقیقۃ الوحی، رخ، ج ۲۲/ص ۲۳۴] اور اس پیشگوئی کے ساتھ مرزا کا ایک دعویٰ (یا بڑھک) یہ بھی سامنے رہے،''ہم خدا کے مرسلین اور مامورین کبھی بزدل نہیں ہوا کرتے بلکہ سچے مومن بھی بزدل نہیں ہوتے، بزدلی ایمان کی کمزوری کی نشانی ہے''۔[ملفوظات ج ۷/ص ۳۷۱] میں بہرحال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں، اور ایسا ہی لاہور کے اکثر سفلہ اور کمینہ طبع لوگ گلی کوچوں میں مستوں کی طرح گالیاں دیتے پھرتے ہیں اور نیز مخالف مولوی بڑے جوشوں سے واعظ کررہے ہیں کہ <u>یہ شخص واجب القتل ہے، تو اس صورت میں لاہور میں جانا بغیر کسی احسن انتظام کے کس طرح مناسب ہے</u>''۔[مجموعہ اشتہارات، ج ۳/ص ۳۵۰]۔اس موضوع پر تفصیلی کسی اور آرٹیکل میں بیان کروں گا اس وقت میرا سوال صرف یہ ہے کہ کیا جن انسانوں کی زبان پر خدا کا کلام جاری ہوتا ہے وہ ایسے ہی بے تکے وعدے کرکے اور اسکے بعد اس سے بھی زیادہ بے بنیاد عذر پیش کرکے ان وعدوں سے بھاگتے ہیں اور خلاف ورزیاں کرتے ہیں؟

<u>(۴) گالیاں:</u>

منافق کی چوتھی نشانی یہ ہے کہ''جب کسی سے جھگڑے تو گالیاں دے''

مرزا صاحب سے قبل بھی اور بعد میں بھی کئی لکھنے والے اپنے مخالفین کو اپنی تحریروں میں گالیاں نکالتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہے گا، لیکن مرزا صاحب جس مقام کا دعویٰ کررہے ہیں، اس مقام کے دعویداروں سے دنیا نے اس سے قبل ایسی فنکارانہ گالیاں نہیں سنی، اور اپنے مخالفین پر لعنت ڈالنے میں، اور انکو گالیاں دینے میں اگر مرزا صاحب امام الزماں ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو انکا یہ دعویٰ، خاکسار نہ صرف بسروچشم قبول کریگا، بلکہ آپکو بھی مشورہ دیگا کہ قبول کرلیں اور ورنہ کریں، میری بات کے ثبوت کے لئے انتہائی ہلکا نمونہ پیش خدمت ہے،، مرزا صاحب فرماتے ہیں،''اور کُتا ایک صورت ہے اور تو اسکی روح ہے ۔ پس تیرے جیسا آدمی کتے کی طرح بھونکتا ہے اور فریاد کرتا ہے / میں نے تجھے تنبیہ کے لیے طمانچہ مارا مگر تو نے طمانچہ کو کچھ نہ سمجھا ۔ پس کاش ہمارے پاس مضبوط اونٹ کے چمڑے کا جوتا ہوتا / اور جو گالی تو دینا چاہیگا وہ ہم سے سنے گا ۔ اور اگر تو بات اور حملہ میں نرمی کریگا تو ہم بھی نرمی کریں گے / اور میں تیرے نفس میں علم اور عقل نہیں دیکھتا ۔ اور تو خنزیر کی طرح حملہ کرتا ہے اور گدھوں کی طرح آواز کرتا ہے / اور تو نے بدکار عورت کی طرح رقص کیا ۔ اور مجھے فاسق ٹھہرایا حالانکہ تو سب سے زیادہ فاسق ہے / اے شیخ شقی سوچ ۔ اور انسان کی طرح فکر کر اور گدھے کی طرح آواز نہ کر / پس میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر خدا کا خوف اور حیا نہ ہوتا ۔ تو میں قصد کرتا کہ گالیوں سے تجھے فنا کردیتا''۔[حجۃ اللہ، رخ ج ۱۲/ص ۲۳۱ سے ۲۳۶] اور اگر آپ آخری مصرع پر غور کریں تو مرزا صاحب کا بھی دعویٰ ہے کہ وہ گالیوں سے ہی جس کو چاہیں فنا کرسکتے ہیں اور میں ببانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ میں مرزا صاحب کے گالیوں سے

مخالفین کو فنا کر دینے والے دعوے پر یقین رکھتا ہوں۔ایک اور جگہ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور عورتیں انکی کتیوں سے بڑھ گئیں۔کیا ایک امام الزماں، مسیح اور مجدد کی ایسی ہی زبان ہوتی ہے مخالفین کو ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے؟ ویسے مزے کی بات ہے کہ مرزا صاحب کی پہلی بیوی جو انکی ماموں زاد بھی تھیں اور پہلے بیٹے وہ بھی انکے مخالف تھے ور انکے باقی قریبی رشتہ دار بھی سخت مخالف تھے اور مرزا صاحب کی گالی توپ کا نشانہ، نہ صرف غیر بلکہ اپنے بھی بنتے رہتے تھے۔نہ صرف اسلامی تحریروں بلکہ انکے اپنے تحریری تسلیم شدہ اصولوں کی روشنی میں، مرزا صاحب کی ساری زندگی ایک منافق کی زندگی کے طور پر گزری ہے، اگر ہم مرزا صاحب کو جھوٹا، گالیاں دینے والا، امانت کا خیال نہ کرنے والا، وعدہ خلاف نہ بھی کہیں تو کم از کم ہم کہ سکتے ہیں کہ ان کی طبیعت میں دو رنگی تھی اور ایسی فطرت والے کو مرزا صاحب کیا کہتے ہیں، ''یاد رکھو منافق وہی نہیں ہے جو ایفائے عہد نہیں کرتا یا زبان سے اخلاص ظاہر کرتا ہے مگر دل میں اسکے کفر ہے، بلکہ وہ بھی منافق ہے، جسکی فطرت میں دو رنگی ہے''۔[ملفوظات، ج ۶/ص ۱۷۴]۔تب بھی مرزا صاحب اپنی تحریر سے اپنے آپ کو منافق قرار دیتے ہیں، اور ایک منافق چاہے ادنیٰ درجہ کا بھی کیوں نہ ہو، کیا اس مقام پر فائز ہو سکتا ہے، جس مقام کا دعویٰ مرزا صاحب کو ہے؟

مرزا صاحب پر ایمان لانے والو! آپ نے مرزا صاحب کو صرف اور صرف اس لئے تسلیم کیا ہے کہ انکا دعویٰ ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی صحیح پیروی کا راستہ دکھاتے ہیں، اب خود دیکھ لو کہ کیا مرزا صاحب کا راستہ واقعی پیری رسول کریم ﷺ کا ہے یا منافق کا؟ مجھے یہ امید ہے کہ (چاہے آپ کھلے عام اسکو تسلیم کریں یا نہ کریں) کہ خاکسار کی گزارشات پڑھنے کے بعد آپ کے ذہن میں بھی یہ سوال پیدا ہوا ہوگا۔

''اے ستم گر! تجھے کیا کہیں؟ نبی یا منافق''؟

انتخاب: ابوسفیان تائب

اقتباساتِ مجالس ومواعظ مجدد بنی ہاشم
سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

شانِ تسلیم اختیار کر کہ پوری راحت حاصل ہو۔ یہ رات اور دن جو یکے بعد دیگرے آتے رہتے ہیں۔ کیا ان کا لوٹا دینا تیرے اختیار میں ہے؟ جب رات آتی ہے تو آ ہی جاتی ہے خواہ تُو راضی ہو یا ناراض اور یہی حال دن کا ہے کہ دونوں تیری خواہش کے خلاف بھی آتے ہی رہتے ہیں۔ یہی حال قضاوقدر کا ہے' خواہ تیرے نفع کے متعلق ہو یا نقصان کے (کہ تُو راضی ہو یا ناراض وہ آئے بغیر نہ رہے گی) جب شبِ افلاس آئے تو اس کو منظور کر اور روزِ تونگری کو رخصت کردے اور جب شبِ مرض آئے تو اس کو تسلیم کر اور روزِ عافیت کو الوداع کہہ دے۔ جب مکروہات کی شب آئے تو اس کو قبول کر اور مرغوبات کے روز کو رخصت کر۔ امراض واسقام اور افلاس وآبروریزی کی شب کا راحت دلی سے استقبال کر اور حق تعالیٰ کے قضاوقدر میں کسی شئے کو بھی ناگواری یا اضطراب یا شکوہ کر کے رد نہ کر۔ ورنہ ہلاک ہوجائے گا اور تیرا ایمان جاتا رہے گا اور تیرا قلب مکدر بن جائے گا اور تیرا باطن مردہ ہوجائے گا۔ حق تعالیٰ نے اپنی ایک کتاب میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''میں ہوں اللہ کہ بجز میرے کوئی معبود نہیں۔ جو شخص میری قضاوقدر کے سامنے سر جھکائے اور میری ڈالی ہوئی تکلیف پر صبر اور میرے احسانات پر شکر کرے' میں اس کو اپنے نزدیک صدیق درج کردوں گا اور جو میرے قضاوقدر کے سامنے سر نہ جھکائے اور میری تکلیف پر صبر اور میرے احسانات پر شکر ادا نہ کرے اس کو چاہیے کہ میرے علاوہ دوسرا پروردگار تلاش کرے'' جب تُو تقدیر پر راضی نہ ہوا' اور تکلیف پر صبر نہ کیا اور احسان پر شکر گزار نہ بنا' تو وہ تیرا رب نہیں۔ پس اس کے سوا دوسرا رب تلاش کر۔ اور یہ پروردگار کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے کہ جو حق تعالیٰ کے لیے زیبا تھا وہ مخلوق کے لیے تجویز کیا۔ تُو عطا کے وقت مخلوق کی ہی تعریف کرتا ہے اور منع کے وقت انہیں کی مذمت کرتا ہے اور یہ پروردگار کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے کہ دینے اور نہ دینے والا مخلوق کو سمجھا۔ تجھ پر افسوس' ان باتوں میں سے مخلوق کی طرف تو کوئی شے بھی منسوب نہیں۔ نہ تیرے پاس خیر رہی اور نہ تیرے پاس توحید رہی۔ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس موجود ہیں اور اسی سے لی جاتی ہیں نہ کہ اس کی مخلوق سے۔ اس کا راستہ طے کرنے کے بعد اس کے دروازہ کی طرف رجوع کر کے لی جایا کرتی ہیں۔ سبب کی ضرورت ابتداء میں ہے اور مسبب پر نظر کرنا انتہا میں۔ مبتدی بذریعہ اسباب کے طلب کرتا ہے' جیسے کہ پرند کا بچہ کہ اپنی ماں اور باپ کو ڈھونڈتا ہے کہ اس کو دانہ کھلائیں۔ پھر جب بڑا ہوجاتا ہے اور اڑنا سیکھ جاتا ہے تو والدین کی اس کو حاجت نہیں رہتی۔ اپنے بازو قوی ہوجانے کے وقت وہ اپنا رزق خود مستقل طلب کیا کرتا ہے۔ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے اپنے زور'

اپنی طاقت اور مخلوق پر بھروسہ کئے بغیر محض اپنے رب پر بھروسہ رکھنے کے ہاتھ سے کوئی نوالہ کھایا ہو۔افسوس کہ تم ایسی حالت کے مدعی ہو جو تمہارے اندر پائی نہیں جاتی۔تجھ پر افسوس کہ تیرے اسلام کا قمیص پھٹا ہوا‘ اور تیرے ایمان کا کپڑا ناپاک بنا ہوا ہے۔تُو لباسِ قرب و ولایت سے برہنہ ہے۔تیرا قلب جاہل ہے‘ تیرا باطن مکدر ہے۔اسلام سے تیرا باطن ویران ہے اور ظاہر آباد۔تیرے نامۂ اعمال سیاہ پڑے ہوئے ہیں۔تیری دنیا جس کو تُو محبوب بنائے ہوئے ہے تجھ سے رخصت ہو رہی ہے اور قبر و آخرت سامنے آ رہی ہے۔ممکن ہے تیری موت آج اور اسی ساعت میں آ جائے کہ تیرے اور تیری امیدوں کے درمیان حائل ہو جائے۔غیر اللہ میں مشغول ہونا بے سود ہے اور غیر اللہ سے ڈرنا اور امید رکھنا بے سود۔بجز اللہ تعالیٰ کے نہ ہم کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی فائدہ۔یا اللہ! ہمارے دلوں کو اپنے تک پہنچا لے اور ہم کو عطا فرما۔دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔(آمین) (رجب ۵۴۱ھ۔مدرسہ معمورہ بغداد)

☆......☆......☆

''اخوان الصفاء''......ضروری وضاحت

جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بندۂ ناچیز نے مولوی اکرام علی مرحوم کا ترجمہ ''اخوان الصفاء'' جو کہ برسوں سے نایاب تھا‘ مرتب کیا اور اس کتاب کو پیش کرنے سے پہلے اس پر کافی محنت کی گئی تاکہ قارئین کو مطالعے میں آسانی رہے۔یہ کتاب اپریل ۲۰۰۵ء میں کتاب دوست ملتان نے شائع کی۔

لاہور کے ایک ناشر نے اس کتاب پر شب خون مارا اور اسے فروری ۲۰۰۵ء کی تاریخ میں شائع کر دیا۔جب کہ یہ کتاب نومبر ۲۰۰۵ء کے آخر میں شائع ہوئی۔

نام نہاد ناشر نے نہ صرف یہ کہ بندۂ ناچیز کے مرتبہ نسخہ کو سامنے رکھ کر کتاب کو کمپوز کرایا۔بلکہ مولوی اکرام علی ایسے فاضل شخص کے اعلیٰ ترجمے پر کہیں کہیں معمولی ترمیم و اضافہ بھی کیا۔جس کا وہ حق نہیں رکھتے تھے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ لاہور کے اس ناشر کو ہدایت دے اور اسے اپنے اس فعل پر شرمندہ ہونے کی فرصت عطا فرمائے۔(آمین)

نیازمند

جاوید اختر بھٹی

۱/۵۱۷ ریلوے روڈ ملتان

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ سید یونس الحسنی

● کتاب: حکمت ایمانیات (مجموعۂ مقالات) تالیف: مولانا ڈاکٹر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: المیز ان ناشران وتاجران اردو بازار لاہور

''علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے'' عام طور پر لوگ اسے حدیث رسول ﷺ کے طور پر پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ حدیث نہیں کسی قدیم مسلم مفکر کا قول ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ''چین جانا پڑے'' سے مراد صرف ملک چین نہیں بلکہ جہاں کہیں سے بھی علم ملے حاصل کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اہل ایمان علم کے زیور سے خود کو آراستہ کریں تا کہ نوعِ انسانی کی قیادت وسیادت ان کے ہاتھوں میں رہے اور ایمان مضبوط تر ہوتا جائے۔ شومئی قسمت کہ امتِ مسلمہ نے یہ فرمان لفظوں کی حد تک تو یاد رکھا لیکن اس میں پوشیدہ حکمت کو جاننے کی سعی بالکل نہیں کی۔ نتیجہ سامنے ہے۔ ہماری نسلیں غیر مسلم مفکرین سے مرعوبیت کی حد تک متاثر ہو کر ایمانیات کے باب میں قدم بہ قدم گریز کا رویہ اختیار کرتی گئیں۔ جس کا فائدہ نام نہاد مستشرقین کو ہوا اور انہوں نے کمال پھرتی سے انہیں اسلام کے متعلق کئی قسم کے شبہات میں مبتلا کر دیا۔ کچھ ایسی کیفیات، حالات وواقعات اور مشاہدات کے بعد مفکرین اسلام کو فکر دامن گیر ہوئی اور انہوں نے نہ صرف یہ کہ بے دین فلاسفہ کے گھڑے ہوئے سوالات کے شافی جوابات دیئے بلکہ گم کردہ راہ نسل اسلامیاں کو نئے سرے سے اسلام کی عظمتوں اور ایمان کی حلاوتوں سے بہرہ ور کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مولانا ڈاکٹر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ، سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ انہوں نے زیرِ نظر کتاب ''حکمت ایمانیات'' نہایت دردوسوزِ آرزو مندی کے پوتر جذبے سے مرتب فرمائی تھی جس میں جدیدیت پرست طبقات کے لیے ہدایت کا پورا ساماں موجود ہے۔ دراصل یہ مجموعہ مقالات ہے جن کے موضوعات مذہب، عقلیات، ایمان، توحید، محمد رسول اللہ ﷺ قوت ایمانیہ وظہور غیب کے بنیادی عنوانات ہیں اور لکھاری مولانا عبدالباری ندویؒ، سید سلیمان ندویؒ، مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا اشرف علی تھانوی اور ڈاکٹر میر ولی الدینؒ جیسی مہتم بالشان ہستیاں کہ اپنے اپنے دور میں انسانوں کی روحانی، فکری اور علمی پیاس بجھانے میں جن کا ثانی نہیں تھا۔ مولانا غلام محمدؒ نے ان ایمان افروز مقالات کو ترتیب دے کر امت کے صاحبانِ علم وطالبانِ ادراکِ حقیقت پر احسان فرمایا ہے۔ اللہ رب العزت ان کی قبر کو منور فرمائے۔ آمین! ''المیز ان'' کے ذمہ داران ایسی اصلاحی کتاب شائع کرنے پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

● کتاب: اسلام میرا مذہب تالیف: امام اہلسنت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ

ناشر: المیزان ناشران وتاجران۔ اردو بازار لاہور

مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ مسلمانانِ برصغیر کے لیے آیت من اللہ تھے اور کسی بھی طرح محتاجِ تعارف نہیں۔ مئی ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ میں بہت بڑے پیمانے پر بین المذاہب کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس کا اصل مقصد یہ جاننا تھا کہ تمام مذاہب عالم میں سیدھا اور آسان مذہب کونسا ہے؟ اس موقع پر مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے جو اثر آفریں خطاب فرمایا اسے ''تحفۃ الاسلام لجمیع الاقوام'' کے نام سے شائع کیا گیا تھا جس کے زیر اثر بے شمار اچھوتوں نے حضرت کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کے دنیا وآخرت کی فلاح پائی تھی۔ اس میں ثابت کیا گیا تھا کہ اسلام ہی وہ واحد و یکتا اور یگانہ روزگار دین ہے جو سب سے آسان ہے۔ یہی رسالہ اب ''اسلام میرا مذہب'' کے زیرعنوان ''المیزان'' سے شائع ہوا ہے۔ اس میں حقانیت اسلام کو کچھ اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ اہل ایمان کا دل جھوم جھوم اٹھے۔ تمام جزئیات تک کا احاطہ نہایت دل نشیں پیرائے میں ہے۔ یوں بھی حضرت لکھنویؒ کا وعظ اثر آفریں ہوتا تھا۔ انہوں نے نظام عبادات، نظام اعتقادات اور رسوم ورواجِ اسلام بڑے دل کش طریقے سے بیان فرمائے ہیں۔

کتابچہ آج بھی اتنا ہی مفید ہے جتنا پہلے تھا۔ تمام مذاہب کے ماننے والے اس سے بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔ ادارہ المیزان بجا طور پر شکریہ کا مستحق ہے۔

● انکارِ حدیث کیوں؟ (منکرین حدیث کے جواب میں) تالیف: علامہ حافظ محمد ایوب دہلوی قدس سرہٗ

ناشر: المیزان ناشران وتاجران کتب۔ اردو بازار لاہور

فتنۂ انکارِ حدیث اس عہد نارسا کا بہت بڑا فتنہ ہے۔ اس طبقۂ بے مرام نے ایسے ایسے سوالات اٹھائے کہ سرسری طور پر انہیں پڑھنے سے خود اسلام کی حقانیت ہی ایک بڑا سوالیہ نشان بن کر رہ جاتی ہے۔ لیکن بنظرِ غائر جائزہ لیں تو ان اختراعی سوالات کی اندرونی کثافتوں اور خباثتوں کا افشردہ ہوتا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں' ان کے تمام اشکالات ارادۂ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

زیرنظر رسالہ میں علامہ حافظ محمد ایوب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عقلی ونقلی، دینی وتاریخی تواتر کے لحاظ سے ان تمام وضعی اوہام والزامات کا شافی جواب دیا ہے۔ پورا کتابچہ نہایت دلچسپ ہے کہ سوالاً جواباً ہے اور علمی دیانتوں اور رفعتوں کا مظہر اتم کہ اس میں منطقی دلائل کا عروج بھی ہے اور عقلی براہین قاطعہ کا اوج بھی۔ جھوٹ سچ نکھر کر سامنے آجاتے ہیں اور طالب حقیقت پر ہر چیز واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔ میرے خیال سے یہ رسالہ منکرین حدیث کے لیے تیغ تیز دھار بھی ہے اور زخمیوں کے لیے اثر آفریں مرہم بھی۔

تبصرہ: ابوالادیب

● کتاب: علامہ اقبالؒ اور فتنۂ قادیانیت مرتب: محمد متین خالد

ضخامت: ۲۱۲ صفحات قیمت: ۴۰۰ روپے ملنے کا پتا: علم وعرفان پبلشرز، اردو بازار لاہور

''اقبال اور قادیانی'' کے موضوع پر سب سے پہلے آغا شورش کاشمیری مرحوم نے قلم اٹھایا۔ چنانچہ ''اقبالی مجرم، قادیانیت اقبالؒ کی نظر میں، اقبالؒ اور قادیانیت، عجمی اسرائیل جیسے کئی وقیع مقالات' ہفت روزہ ''چٹان'' کی وساطت سے پڑھنے کو ملے۔ اسی حوالے سے آغا شورش نے اپنی کتاب کی اشاعت کے لیے اشتہار بھی دیا اور یہ کتاب آغا صاحب کے ذہن میں ابھی پخت و پز کے مراحل میں تھی کہ جناب نعیم آسی (مرحوم) کی شہرہ آفاق کتاب ''اقبال اور قادیانی'' آغا صاحب کو موصول ہوئی۔ آغا صاحب نے جناب نعیم آسی کی اس کتاب کا اشتہار ہفت روزہ ''چٹان'' میں شائع کیا اور ایک مجلس میں فرمایا کہ جو کچھ میں لکھنا چاہتا تھا وہ سب نعیم آسی کی کتاب میں موجود ہے۔ اس کے بعد جناب عبدالمجید خاں ساجد کی کتاب ''ختم نبوت اور عقیدۂ اقبال''، مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد کی کتاب ''اقبال اور قادیانیت'' منصۂ شہود پر آئیں اور اب جناب محمد متین خالد کی زیر نظر کتاب ''علامہ اقبال اور فتنۂ قادیانیت'' میں علامہ اقبالؒ کا مؤقف شہرہ آفاق دانشوروں کی فکر انگیز تحقیقی اور تاریخی تحریروں کی شکل میں جمع کر دیا گیا ہے۔ جن سے اقبال کا مؤقف سمجھنے میں مزید آسانی ہو جاتی ہے۔ عمدہ مقالات کے اس مجموعہ کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

بقول حافظ شفیق الرحمٰن:

''یہ کام یقیناً اتنا آسان نہیں تھا۔ اس کے لیے انہیں سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی کرنا پڑی۔
یہ دقت نظری اور دیدہ ریزی کا متقاضی تحقیقی کارنامہ ہے۔''

● کتاب: ماہتاب نبوت کی ضوافشانیاں مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی

ضخامت: ۲۱۰ صفحات قیمت: ۱۲۰ روپے ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ۔ خالق آباد، نوشہرہ

شرح شمائل ترمذی کے ضخیم وعظیم ہونے اور ہر ایک کی قوتِ خرید سے باہر ہونے کے سبب' سب کے لیے اس کے حصول کی استطاعت ممکن نہ تھی۔ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے شرح شمائل ترمذی کو علیحدہ علیحدہ مستقل عنوان سے مختلف چھوٹے چھوٹے اجزاء میں بھی علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب اس سلسلے کی تیسری اشاعت ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے موزے، جوتے، انگوٹھی، تلوار وزرہ، عمامہ ودستار، تکیہ، رفتار اور مختلف محبت بھری اداؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ساٹھ احادیث کی عالمانہ تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ کتاب معیاری ہے۔

● کتاب: آفتابِ نبوت کی ضیاپاشیاں   مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی

ضخامت: ۲۲۰ صفحات   قیمت: درج نہیں   ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ۔ خالق آباد، نوشہرہ

شرح شمائل ترمذی کو علیحدہ علیحدہ عنوان سے کتابی صورت میں چھاپنے کے سلسلے کی یہ چوتھی اشاعت ہے۔ جس میں رسول پاک ﷺ کے پسندیدہ کھانے، پسندیدہ پھل، مرغوب مشروبات، کھانے پینے کے مسنون آداب، دسترخوان ضیافت و مہمان نوازی کے آداب اور کھانے سے متعلق بعض معجزات کا ذکر ہے۔ ممتاز عالمِ دین مولانا عبدالقیوم حقانی نے اس کتاب میں شمائل ترمذی کی ۱۷۷ احادیث کی سلیس اور جامع تشریح پیش کی ہے۔ سفید کاغذ، پرنٹنگ معیاری ہے۔ رنگین ٹائٹل مضبوط جلد نے کتاب کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا ہے۔

● جریدہ: ماہنامہ ''بیّنات'' خصوصی اشاعت بیاد مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ   (نومبر ۲۰۰۵ء تا فروری ۲۰۰۶ء)

ضخامت: ۱۲۴۰ صفحات   قیمت: درج نہیں

ناشر: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن۔ جمشید روڈ، کراچی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے رہنما مفتی محمد جمیل خانؒ کچھ عرصہ قبل شہید ہونے والے مفتی نظام الدین شامزئیؒ کے قریبی ساتھی، ممتاز عالم دین مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے خلیفہ اور پاکستان بھر میں ۱۰۰ سے زائد تعلیمی مراکز اقراء روضۃ الاطفال کے رئیس تھے۔ ان کے ساتھی مولانا نذیر احمد تونسویؒ بھی کراچی میں شہید کر دیئے گئے۔ اب تک کئی علماء، دانشور، سیاسی اور سماجی رہنما، صحافی راستے سے ہٹائے جا چکے ہیں۔ ان میں حکیم محمد سعید، محمد صلاح الدین، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک، مفتی نظام الدین شامزئی جیسی اہم شخصیات شامل ہیں۔ یہ شخصیات حکمران طبقے کے نزدیک' حکمرانوں کی طرح اہم نہ تھیں کہ ان کے قاتل پکڑے جاتے۔

یہ سب لوگ جہاد کے حامی، اُمّت کی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے فکرمند اور متحرک کردار تھے۔ اور مزید یہ کہ یہ سب حضرات امریکہ کے ساتھ ساتھ مردود و ملعون مرزا قادیانی کی ذریت کے مخالف تھے۔ نائن الیون کے واقعہ کے بعد مفتی محمد جمیل خان کو لندن سے امریکہ بھجوا دیا گیا اور امریکہ نے ان سے طالبان اور القاعدہ کے بارے میں پوچھ گچھ بھی کی مگر کچھ نہ ملا۔ مفتی محمد جمیل خان شہید ایک وضع دار، خوش اخلاق، محبت کرنے والے، دینی قوتوں کے اتحاد کے داعی، علماءِ حق کے خدمت گزار، منکسر المزاج اور نہایت ذہین و بیدار مغز انسان تھے۔ وہ اپنی انہی صفات کی وجہ سے تمام دینی حلقوں میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ ''حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا''

''بینات'' کی یہ خصوصی اشاعت مفتی محمد جمیل خان شہید کی یاد میں ہے۔ جس میں اُن کے چاہنے والوں نے بھرپور محبت کا اظہار کیا ہے اور اُن کی خدمات پر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

محمد یٰسین شاد
(عبدالرحمٰن اورنٹیل لائبریری ملتان)

مولانا شمس الحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بقیۃ السّلف شیخ الحدیث مولانا شمس الحق ملتانی بن مولانا عبدالحق محدِّث ملتانی ۱۹۱۴ء/۱۳۳۲ھ کو محلّہ قالین باف اندرون حسین آگاہی ملتان میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا محترم دامان ڈیرہ اسماعیل خان سے ملتان شہر تشریف لائے۔

وہ شیخ خلیل الرحمٰن خوشابی، تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی کے شاگرد تھے۔ ان کے دو صاحبزادے تھے، مولانا عبدالعزیز ملتانی اور مولانا عبدالحق ملتانی۔ دونوں نے اپنے والد مرحوم سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد سید نذیر حسین محدِّث دہلوی سے شرف تلمّذ حاصل کیا۔

مولانا شمس الحق صاحب کے تایا محترم عالم و فاضل، صالح شخصیت تھے، ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی کہ وفات پا گئے۔ مولانا سلطان محمود کے دونوں فرزندوں کے فتاوے فتاویٰ نذیریہ میں موجود ہیں۔

مولانا عبدالحق ملتانی کے بھی دو بیٹے تھے۔ مولانا شمس الحق ملتانی اور مولانا شرف الحق محمود۔ ثانی الذکر ۱۹۷۰ء کے قریب ٹریفک حادثہ میں وفات پا گئے تھے۔ یہ دونوں برادران مجلس احرار اسلام سے مکمل طور پر وابستہ تھے۔ اس فکر سے زندگی کے آخری ایام تک منسلک رہے۔ مولانا شرف الحق محمودؒ مجلس احرار میں زیادہ متحرک رہے، اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے بے پناہ تعلق و محبت رکھتے تھے۔

مولانا شمس الحق ملتانی نے اپنے والد مرحوم سے تعلیم مکمل کی اس کے بعد رُسوخ فی العلم کے لیے گوجرانوالہ اُستاذ الاساتذہ حافظ محمد گوندلوی کے ہاں حاضر ہو کر علمی تشنگی کو حل کیا۔ حصول تعلیم کی منزلیں طے کرنے کے بعد تمام عرصہ حیات دعوت و ارشاد، تدریس، روحانی فیض اور رفقہ و فتاویٰ کے ذریعے خدمتِ اسلام کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ مدرسہ محمدیہ عام خاص باغ میں تدریس کرتے رہے۔ دارالحدیث رحمانیہ چونگی نمبر ۱۴ ملتان کے تاحیات شیخ الحدیث و مہتمم رہے۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی مجلس شوریٰ و عاملہ کے رکن رہے۔ ان سے فیض یافتہ علماء کی کثیر تعداد ہے۔ ۲۶/رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۲۰۰۵ء بروز ہفتہ سحری سے قبل ۲ بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون نماز جنازہ عیدگاہ اہلحدیث مدرسہ محمدیہ عام خاص باغ ملتان میں ان کے صاحبزادے قاری محمد ابراہیم خان نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں ہر مکتبِ فکر کے افراد شامل تھے، مجلس احرار اسلام کے رہنما سید محمد کفیل بخاری بھی نمازِ جنازہ میں شریک تھے۔ انہوں نے غم زدہ لہجے میں کہا کہ مولانا مرحوم، اسلاف کی نشانی اور مسلمانوں کو متحد کرنے والے انسان تھے۔

اِک چراغ اور بجھا، اور بڑھی تاریکی

اللّٰھم اغفرله ورحمه وادخله الجنّة الفردوس . آمین .

ادارہ　　　　مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

اخبار الاحرار

ملتان (۲۷؍اکتوبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ زلزلے کے نتیجے میں ہونے والی ہولناک تباہی کے بعد مفلوک الحال اور مصیبت زدہ مخلوق کی مدد اور انسانیت کی خدمت کے نام پر ملٹی نیشنل فوج پاکستان میں داخل کی جارہی ہے اور ملکی سلامتی و وحدت کے حوالے سے اقوام متحدہ کی چھتری تلے امریکہ و بھارت اور اسرائیل اپنے ٹرینڈ اہلکار حساس علاقوں میں پلانٹ کررہے ہیں، تاکہ رہی سہی کسر بھی پوری ہوجائے۔

ایک بیان میں سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ مظفر آباد کو عملاً امریکی فوج کے حوالے کردیا گیا ہے اور نیٹو سے ایک ہزار فوجی بھی آگئے ہیں۔ حکومت پاکستان متاثرین کی بحالی کے نام پر غیر ملکی قوتوں کو قدم جمانے کے مواقع اور سہولتیں مہیا کررہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کی ناراضی کے ڈر سے پرویز حکومت نے وزیرستان سے اپنے فوجی اور ہیلی کاپٹر تک نکالنے گوارہ نہ کیے۔ انہوں نے کہا کہ متاثرین کو خیمے اور کمبل درکار ہیں اور ''عالمی ضمیر'' ہمیں افرادی قوت مہیا کرنے کا اعلان کررہا ہے۔ یہی بات سمجھنے اور سمجھانے کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام سے فکری غداری، نظریاتی انحراف اور پاکستان کے ازلی دشمنوں کی حساس علاقوں تک رسائی کرکے نہ تو متاثرین زلزلہ کی بحالی ہوسکتی ہے اور نہ ہی تعمیر نو کا دعویٰ عملی شکل اختیار کرسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ''الرشید ٹرسٹ''، ''جماعت الدعوۃ'' اور ''جماعتِ اسلامی'' سمیت دینی رفاہی اداروں کی سبقت لے جانے والی کارکردگی سے امریکہ و یورپ نے تو پریشان ہونا ہی تھا خود پاکستانی حکمران بھی ششدر رہ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ زلزلہ زدگان کی لاشوں پر اپنی سیاسی دکانداری چمکانے والے مکافاتِ عمل کا انتظار کریں۔

سید عطاء المہیمن بخاری نے مجلس احرار کی ماتحت شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ زلزلہ زدگان کے لیے امدادی سرگرمیاں تیز اور منظم انداز میں چلائیں اور جمع ہونے والا سامان اور رقوم الرشید ٹرسٹ کے ذریعے متاثرہ علاقوں تک پہنچانے کا انتظام کریں۔

رحیم یار خان ۳۰؍اکتوبر (رپورٹ: مولانا فقیر اللہ رحمانی) قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کے حکم پر لگائے گئے ضلع رحیم یار خاں کے امدادی کیمپ میں وصول ہونے والا ہزاروں روپے کا سامان و نقدی الرشید ٹرسٹ کے حوالے کیا گیا۔

تفصیلات کے مطابق آزاد کشمیر و صوبہ سرحد میں آنے والے اس صدی کے ہولناک زلزلے کے متاثرین کی امداد کے لیے مجلس احرار اسلام پاکستان نے بھرپور طریقے سے شبانہ روز کوشش کی۔ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کے حکم پر ملک کے مختلف شہروں میں امدادی کیمپ لگائے گئے۔ ضلع رحیم یار خان میں بھی احرار کارکنوں نے امدادی کیمپ لگائے۔ جس

میں لوگوں نے بھر پور طریقے سے ہزاروں روپے کا سامان اور نقدی جمع کرایا۔ سامان میں کافی تعداد میں رضائیاں، گرم چادریں، نئے کپڑے اور برتن شامل ہیں۔ مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یار خان کے صدر حافظ محمد اشرف، صوفی محمد اسحٰق، مولوی فقیر اللہ رحمانی، مولوی بلال احمد، سید محمد ابراہیم شاہ صاحب، حافظ عبدالرحیم نیاز اور جام محمد یعقوب چوہان نے وفد کی صورت میں جا کر ملنے والا امدادی سامان و نقدی الرشید ٹرسٹ رحیم یار خان کے مسئول مفتی محمد مختار کے حوالے کیا۔

متاثرین زلزلہ کے لیے الرشید ٹرسٹ کی خدمات قابلِ رشک ہیں: مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یار خان

تفصیلات کے مطابق مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یار خان کے صدر حافظ محمد اشرف، صوفی محمد اسحٰق، مولوی فقیر اللہ رحمانی اور حافظ عبدالرحیم نیاز نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا کہ صوبہ سرحد و آزاد کشمیر میں آنے والی اس ناگہانی آفت میں اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد اور بحالی کے کاموں میں عظیم رفاحی ادارے الرشید ٹرسٹ کی خدمات قابلِ رشک ہیں۔ جید علماء کرام کی نگرانی میں چلنے والا یہ ایک عظیم ادارہ ہے۔ اس ادارے کی خدمات کی وجہ سے علماء کرام کے وقار میں اضافہ ہوا ہے۔ اس ادارے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسانیت کی خدمت صحیح معنوں میں علماء کرام ہی کر سکتے ہیں۔ یہ ادارہ مصیبت زدہ لوگوں او ر بے سہارا افراد کے لیے سایۂ رحمت ہے۔

قادیانی غنڈے ''ظفری'' کا مسلمان نوجوان پر قاتلانہ حملہ

ساہیوال (۱۲ نومبر) مجلس احرار اسلام کے رہنما عبداللطیف خالد چیمہ، مرکزی جامع مسجد عیدگاہ ساہیوال کے خطیب مولانا عبدالستار، جمعیت اہل سنت والجماعت کے امیر قاری منظور احمد طاہر، جامعہ رشیدیہ کے ناظم قاری سعید ابن شہید، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قاری عبدالجبار اور محمد اسلم بھٹی، مرکزی مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی کے خطیب مولانا منظور احمد سمیت ضلع ساہیوال کے ایک سو سے زائد علماء کرام اور مذہبی رہنماؤں نے ہڑپہ کے نواحی گاؤں ۶۔۱۱۔ایل کے اڈہ پر قادیانی غنڈوں کی طرف سے مسلمان نوجوان عنصر نبی پر فائرنگ اور حملے کی شدید مذمت کرتے ہوئے قادیانی ملزم ظفر اللہ ظفری کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کیا ہے مختلف رہنماؤں نے ایک مشترکہ بیان میں اس سلسلہ میں ایس پی آفس ساہوال کے سامنے دیہاتیوں کے مظاہرے اور ان کے مطالبات کی مکمل تائید و حمایت کا اعلان کرتے ہوئے سرکاری انتظامیہ کو انتباہ کیا ہے کہ وہ چک نمبر ۶۔۱۱۔ایل (تھانہ ہڑپہ) میں قادیانیوں کی اسلام دشمن اور اشتعال انگیز کارروائیوں کا فوری تدارک کرے، امتناع قادیانیت ایکٹ پر مؤثر عمل درآمد کروائے، قادیانیوں کے ظلم و ستم سے مسلمانوں کو نجات دلائے اور قادیانیوں کی غنڈہ گردی غیر آئینی اور اشتعال انگیز اقدامات کی سرپرستی کرنے والے ایس ایچ او تھانہ ہڑپہ کے خلاف تادیبی کارروائی کرے ورنہ عرصے سے جاری اس صورتحال کے نتیجے میں ہونے والے ردِعمل اور حالات کی تمام تر ذمہ داری سرکاری انتظامیہ پر عائد ہوگی۔

جلال پور پیر والہ (۱۳/ نومبر) مجلس احرار اسلام جلال پور پیر والہ کے ناظم عبدالرحمٰن جامی نقشبندی نے کہا ہے کہ سود خوری، شراب نوشی، والدین کی نافرمانی، زنا پر فخر، بے پردگی، بد دیانتی اور منکرات و فواحش کا فروغ عذاب الٰہی

کو دعوت دینے والے اعمال ہیں۔انھوں نے کہا کہ قوم رجوع الی اللہ کر کے مسلسل توبہ واستغفار کرے اور نبی کریم ﷺ کے نورانی اعمال اپنا کر اللہ کو راضی کرے۔انھوں نے احرار کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجلس احرار اسلام کی دعوت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بنیاد پر ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام کا مطلوب ایک صالح معاشرہ کا قیام ہے اور پھر صالح افراد کے ذریعے حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے۔احرار کارکن ایسے سچے نصب العین کی تکمیل کے لیے پورے عزم کے ساتھ جدوجہد میں مصروف ہیں۔

☆......☆......☆

چیچہ وطنی (۱۸نومبر) قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے مرکزی مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی میں نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو حقیقی معنوں میں دل و جان سے تسلیم کیے بغیر ہم مسلمان کہلانے کے حق دار نہیں۔ہماری تمام تر مشکلات کا حل صرف اور صرف قرآن و آسمانی تعلیمات میں مضمر ہے،انھوں نے کہا کہ یہ رجوع الی اللہ اور انفرادی و اجتماعی توبہ کا وقت ہے جبکہ حکمران کہہ رہے ہیں کہ ہم زلزلہ سے آنے والی مصیبت کا مقابلہ کریں گے۔انھوں نے کہا کہ الرشید ٹرسٹ سمیت دینی فلاحی اداروں نے جس جاں فشانی سے زلزلہ زدگان کی مدد کی ہے،امریکہ اور عالمی ادارے اس سے سخت پریشان ہوئے ہیں۔انھوں نے کہا کہ مصیبت کی اس گھڑی میں بھی پرویزی حکومت اس بات سے پریشان ہے کہ متاثرہ علاقوں میں مساجد اور مدارس کی بحالی نہ ہو جائے۔علاوہ ازیں سید عطاء المہیمن بخاری اور سید کفیل بخاری نے حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر اور حکیم محمد قاسم کی دعوت ولیمہ کی تقریبات میں بھی شرکت کی۔

☆......☆......☆

ملتان (۱۸رنومبر) مجلس احرار اسلام ملتان نے متاثرین زلزلہ کی امداد کے لیے مزید ساٹھ ہزار روپے الرشید ٹرسٹ کے حوالے کر دیئے ہیں۔اب تک تقریباً دولاکھ روپے اور دیگر سامانِ خورونوش،بستر،کمبل اور کپڑے متاثرین زلزلہ تک پہنچائے جاچکے ہیں۔مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ مصیبت کی ان گھڑیوں میں الرشید ٹرسٹ نے خدمت خلق کا عظیم کام کر کے نہ صرف موجودہ حکومت بلکہ امریکہ ویورپ کو حیران اور پریشان کر دیا ہے۔انھوں نے کہا کہ دینی جذبہ سے سرشار لوگ ہی صحیح معنوں میں رفاہی خدمات سرانجام دے سکتے ہیں۔اس سلسلے میں الرشید ٹرسٹ ہر معیار پر پورا اترا ہے۔

احرار رہنما نے کہا کہ امریکہ اور یورپ دینی تنظیموں کی رفاہی خدمات سے اس لیے پریشان ہیں کہ روشن خیالی کے نام نہاد ایجنڈے پر اپنا سب کچھ صرف کرنے کے باوجود مسلمانوں کے دینی جذبات کو ختم نہیں کر سکے۔انھوں نے کہا کہ اسلام ہی سلامتی اور امن کا دین ہے۔دینی تنظیمیں اخلاص کے ساتھ انسانیت کی صحیح اور بھرپور خدمت کر رہی ہیں۔موجودہ مصیبت میں الرشید ٹرسٹ اور دیگر دینی تنظیموں نے اپنی خدمات سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ قوم کے حقیقی ہمدرد ہیں۔پاکستان میں موجود دینی رفاہی تنظیموں اور دینی مدارس کی جڑیں عوام کے اندر مزید مضبوط ہوئی ہیں۔وفاق المدارس کی طرف سے

زلزلہ سے متاثر بچوں کو مدارس میں داخل کرنے اور اُن کی مکمل کفالت کرنے کا فیصلہ مستحسن اقدام ہے۔

بین الاقوامی سازشیں دینی مدارس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں
علوم نبوت کی تعلیم قیامت تک جاری رہے گی: (مولانا فیض احمد مدظلہ)

ملتان (۲۶ جولائی) مدرسہ معمورہ کے تعلیمی سال کے آغاز پر حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ (شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان) نے طلباء کو مشکوٰۃ شریف کا پہلا سبق پڑھایا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ: دین اسلام ہمیں وراثت میں ملا ہے۔ احادیث رسول ﷺ بھی مسلمانوں کو وراثت میں ملی ہیں۔ ائمہ محدثین نے بڑی محنت، دیانت اور ذمہ داری کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی احادیث کو جمع و مرتب کیا ہے۔ آج پوری دنیا حیران ہے کہ راویانِ حدیث اور محدثین نے اتنی بڑی تعداد میں اقوال رسول ﷺ کیسے جمع کر لیے۔ یہ اعزاز صرف نبی خاتم ﷺ کو ہی حاصل ہے کہ آپ کے اقوال و اعمال اور تعلیمات کو علماء امت نے اپنی متاعِ عزیز سمجھ کر انہیں محفوظ کیا اور پوری امت پر احسان کیا۔ علماء اسلام ہی علومِ نبوی، تعلیماتِ نبوی، اخلاق و اعمالِ نبوی اور دعوتِ نبوی کے وارث ہیں۔ طالبانِ علم دین اس کے قدر دان اور دینی مدارس مراکز ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آج کے طلباء کل کے علماء ہیں۔ عالمی کفر کی تمام تر سازشوں کے باوجود مدارسِ دینیہ قائم ہیں اور طلباء کی تعداد میں اضافہ روز افزوں ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی و رسول ہیں۔ قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے اور حدیث ‛ قرآن کی تشریح و تفسیر ہے۔ اب نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی کتاب۔ خاتم الانبیاء ﷺ کی شریعت ہی قیامت تک چلے گی۔ علوم نبوی کی تعلیم و تدریس اور اخلاق و اعمال رسول ﷺ کی دعوت علماء کی ذمہ داری ہے جبکہ علم دین کا حصول ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے دین کو محفوظ کیا پھر ائمہ، فقہا و محدثین نے اس وراثت کی حفاظت کی۔ حدیث کے قوی ہونے میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ سے زیادہ قوی ہیں کیونکہ روایت لینے میں کبھی دو واسطے اور کبھی ایک آتا ہے اور امام اعظم تابعی ہیں اور تمام اصحاب صحاح ستہ کا مقام امام اعظم کے بعد ہے۔ ائمہ محدثین نے جمع و تدوین حدیث اور تشریح حدیث میں بے مثال خدمات انجام دی ہیں۔ آج پوری امت اُن کی احسان مند ہے اور تعلیم حدیث اسی توارث کی کڑی ہے۔

انہوں نے طلباء کو نصیحت کی کہ اساتذہ کا خوب ادب و احترام کریں اور اُن سے علم حاصل کریں۔ دینی مدارس کے اساتذہ، اپنے طلباء کے سب سے زیادہ خیر خواہ ہیں۔ جو ہر اعتبار سے طلباء کی تربیت کر کے انہیں ایک سچا مسلمان بنانے کی سعی میں مصروف ہیں۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ایک وقت آئے گا کہ:

”زمین کے اطراف و اکناف سے لوگ تمہارے پاس دین سیکھنے کے لیے
آئیں گے تو میں تمہیں اُن کے ساتھ خیر کی وصیت کرتا ہوں۔“ (مشکوٰۃ)

خیر سے مراد دین ہے۔ وصیت، حکم تاکیدی کو کہتے ہیں۔

حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ نے فرمایا کہ میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اُن کی ناصحانہ باتوں سے فائدہ اٹھایا۔ پھر اُن کے بعد حضرت کے جانشین مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا رہا۔ وہ ایک جید عالم اور انتہائی شفیق تھے۔ مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ اکثر میرے ہاں تشریف لاتے اور دینی مسائل پر رہنمائی حاصل کرتے۔ اب مولانا سید عطاء المہیمن بخاری اس وراثت کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ وہ مجاہد بھی ہیں اور مبلغ بھی۔ تبلیغ دین کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔ (واضح ہو کہ مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ اور پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ کے شاگرد ہیں)

حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ نے مدرسہ معمورہ کی ترقی، طلباء کی دنیا و آخرت کی بھلائی اور اساتذہ کی محنت میں برکت و خلوص کے لیے دعا فرمائی۔

تقریب کی صدارت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ (مہتمم مدرسہ معمورہ، امیر مجلس احرار اسلام پاکستان) نے کی جبکہ ناظم مدرسہ سید محمد کفیل بخاری، اساتذہ میں مولانا فواد احمد، مولانا محمد اکمل، مولانا عطاء الرحمٰن، شہر کے دیگر علماء و مدرسین خصوصاً جناب قاری محمد امیر صاحب، جناب قاری خورشید احمد صاحب اور دیگر شہریوں نے شرکت کی۔

☆......☆......☆

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
0641-462501
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆مجلس احرار چیچہ وطنی کے نائب امیر بھائی محمد رشید کے بڑے بھائی محمد منیر چیمہ عمرہ کی ادائیگی کے بعد واپسی پر جدہ میں انتقال کر گئے ان کی نماز جنازہ مسجد الحرام میں ادا کی گئی اور جنت المعلیٰ میں تدفین ہوئی، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور سید محمد کفیل بخاری نے بھائی محمد رشید کے گھر جا کر تعزیت کی۔

☆چیچہ وطنی میں جمعیت علماء اسلام سے تعلق رکھنے والے ہمارے ہم فکر ساتھی جناب عبدالستار شاہین کے والد گرامی جناب عبدالغفور رمضان المبارک کے آخر میں انتقال کر گئے۔ان کی نماز جنازہ چک نمبر ۱۳ ماڑی کسووال میں مولانا منظور احمد نے پڑھائی۔

☆چیچہ وطنی میں ہمارے دیرینہ ساتھی جناب محمد اعظم کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔

☆مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حافظ محمد اسماعیل (خطیب مسجد معاویہ ٹوبہ ٹیک سنگھ) کی والدہ ماجدہ ۸/نومبر ۲۰۰۵ء کو انتقال کر گئیں۔ان کی نماز جنازہ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے پڑھائی۔

☆چیچہ وطنی میں شیخ تنویر احمد کی بھتیجی انتقال کر گئیں۔☆ والدہ مرحومہ' جناب قاری عطاء اللہ احرار (چشتیاں۔۲۷/نومبر)

☆شیخ الحدیث مولانا شمس الحق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ۔جامعہ رحمانیہ ملتان۔۲۶/رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ ۲۹/اکتوبر ۲۰۰۵ء

☆جماعت اسلامی ملتان کے رہنما جناب ملک وزیر غازی ایڈووکیٹ مرحوم

☆ممتاز شاعر جناب ارشد ملتانی مرحوم ۱۳ نومبر ☆ ملک محمد اقبال مرحوم ملتان ۱۲ نومبر

☆والد مرحوم' مولانا کفایت اللہ صاحب (خطیب بخاری مسجد اوکاڑہ)

☆مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن جناب مستری عبدالستار کے والد ماجد ۲/شوال ۱۴۲۶ھ

☆صوفی محمد انور مرحوم (سسر محمد مغیرہ بن صوفی نذیر احمد ملتان) ۲۹/رمضان

☆والدہ مرحومہ' سید محمد ارشد بخاری ایڈووکیٹ (احمد پور شرقیہ۔۴/شوال، ۷/نومبر)

☆جامعہ اشرفیہ مان کوٹ (ملتان) کے مہتمم مولانا محمد اشرف شاد کے والد ماجد ۸/رمضان المبارک اور محترمہ خالہ صاحبہ ۱۳/رمضان المبارک کو انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔(ادارہ)

دعائے صحت

ہمارے نہایت کرم فرما، مہربان اور مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم ملتان کے ہمسائے جناب پروفیسر محمود الحسن قریشی اور قاری کفایت اللہ صاحب (اوکاڑہ) کی والدہ ماجدہ شدید علیل ہیں۔

احباب بیماروں کی صحت یابی کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔(ادارہ)

اجتماعاتِ احرار میلسی ضلع وہاڑی 2005ء

خصوصی خطاب

قائدِ احرار

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

16 دسمبر۔ جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء مسجد معاویہ۔ گلی چھوہنہ والی ملتان روڈ میلسی داعی صوفی محمد بلال	17 دسمبر۔ ہفتہ۔ بعد نماز ظہر بستی گودڑی، علاقہ قائم پور تحصیل حاصل پور داعی مہر مشتاق احمد	17 دسمبر۔ ہفتہ۔ بعد نماز عشاء بستی محبت پور (میلسی) داعیان حاجی احمد حسن، محمد احمد
18 دسمبر۔ اتوار۔ بعد نماز ظہر بستی ککری کلاں (میلسی) داعی میاں ریاض احمد	18 دسمبر۔ اتوار۔ بعد نماز عشاء بستی فقر شاہ (میلسی) داعیان حاجی محمد عارف، منظور احمد حاجی توفیق احمد	درس قرآن کریم 19 دسمبر۔ سوموار بعد نماز فجر مدرسہ معمورہ میراں پور (میلسی) داعی حافظ محمد اکرم احرار

خطبہ جمعہ 16 دسمبر
بستی چھتانیاں (میلسی)
داعی صوفی عبدالسلام

شعبہ نشریات **مجلس احرار اسلام** میلسی ضلع وہاڑی

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

4 دسمبر 2005ء
اتوار بعد نماز مغرب

دفتر احرار 69/C
وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو بعد نماز مغرب مجلس ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور فون: 042-5865465

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام
چیچہ وطنی کے زیر انتظام

جنت میں گھر بنائیے!

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی کی تعمیر مسلسل جاری ہے۔ تقریباً دو کنال رقبے پر مشتمل مسجد اور ملحقات کا فرش اور چھتیں مکمل ہو چکی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ دنوں میں ایلومینیم کے دروازوں کا کام شروع ہونا ہے جس کا تخمینہ تقریباً پانچ لاکھ روپے سے زائد ہے۔ اب تک پچاس لاکھ سے زائد خرچ ہو چکا ہے جبکہ تکمیل تک تقریباً پندرہ لاکھ روپے مزید درکار ہیں۔ تعمیر کا کام جاری رکھنے اور خصوصاً دروازوں کے لیے فوری توجہ اور تعاون کی ضرورت ہے۔

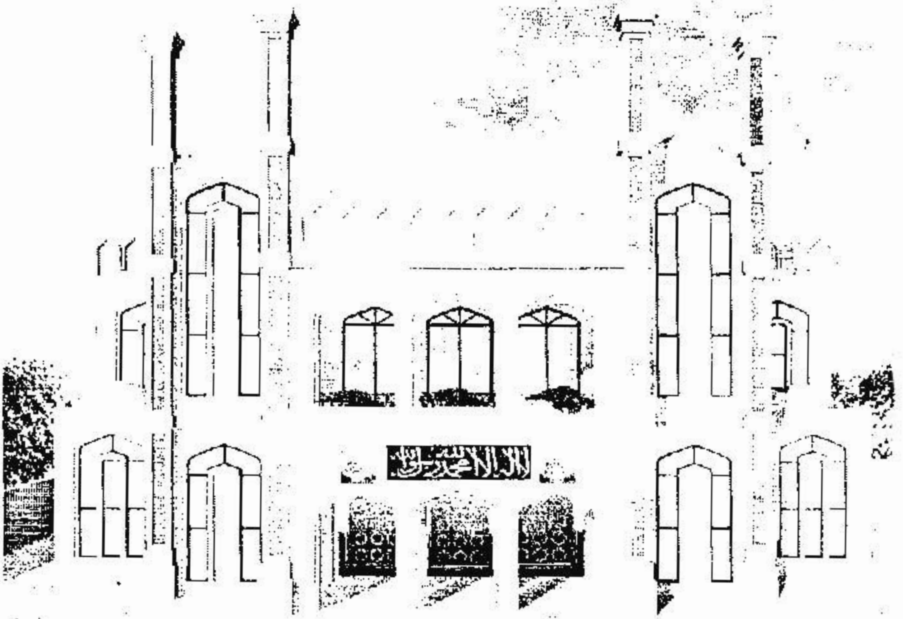

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 2324-9 نیشنل بینک جامع مسجد بازار چیچہ وطنی
اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی

منجانب انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) ای بلاک لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی 040-5485953

احرار گرافکس

Monthly"Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat"Multan.Regd.M.No:32

بیاد

مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی
ملتان

بانی

سیّد عطاء المُحسن بُخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ

28 نومبر 1961ء

مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر پر گامزن ہے اور تسلسل کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ طلباء کے لیے مدرسہ معمورہ اور طالبات کے لیے **جامعہ بستانِ عائشہ** میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری شعبوں میں تعلیم جاری ہے۔

دارالقرآن
دارالحدیث

کی تعمیر میں حصہ لیں

دارالمطالعہ
دارالاقامہ

گزشتہ سال 2004ء میں مدرسہ سے ملحق ایک مکان خریدا گیا جس میں اب دارالقرآن، دارالحدیث اور دارالمطالعہ کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔ احباب سے اپیل ہے کہ حسبِ سابق نقد وسامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

الداعی الی الخیر

ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

Designed by 0300-7345096